ماہنامہ
الحقیقہ
پاکستان
مجلہ
شمارہ 6۔ جلد 13
جمادی الاول ۱۴۳۴ھ مارچ 2013ء

ہماری منزل کیا تھی ہم کدھر جا رہے ہیں

تحفظ ناموسِ رسالت کا عظیم جرنیل

گوشۂ خواتین



صدر زرداری۔۔۔ اسلام کے کٹہرے میں
(اداریہ)

نمازِ جنازہ کے بعد دعا کرنا



ننگے سر نماز پڑھنا سنت یا بدعت؟



مسائلِ دینیہ
دورِ حاضر کے مسائل کا قرآن و حدیث کی روشنی میں مدلل حل

اہلِ تشیع کے چند سوالوں کے جواب

فہرست

﴿نعت شریف﴾

مجھ کو اغیار کی الفت سے چھڑا لے آقا
اپنی سرکار کا بندہ ہی بنا لے آقا
مختصر اور عجب عرض ہے پر ان سے ہے
اپنے دربار سے لو میری لگا لے آقا
ہو نہ پھر افسرو اورنگ کی کوئی چاہت
عشق دے کر مجھے دنیا سے بچا لے آقا
جس کے دل کو تری رحمت نے غنا بخشی
وہ کسی اور سے کیا مانگے، وہ کیا لے آقا
وہ سوا تیرے پکارے کس کو
غم آلام زمانہ جسے کھا لے آقا
پھر مجھے موت بھی آجائے تو کچھ فکر نہیں
اک جھلک روئے منور کی دکھا لے آقا
مردوں کو زندہ کرے ، جان کو پھر لوٹا دے
تیرا عاشق جو توجہ کبھی ڈالے آقا
منقطع ہو نہ کبھی سلسلہ لطف و کرم
ہاں پھر اک بار ، پھر اک بار بلالے آقا
جو بھی مانگا سو ملا اور جو مانگیں سو ملے
واہ وا تو نے نہ ٹالا ہے نہ ٹالے آقا
زندگی کرتی رہے تابہ ابد اس کا طواف
تیرے دامن کی جو تھوڑی سی ہوا لے آقا
شیخ کامل کی وساطت سے ہیں آسی نے کئے
دین و دل ، روح وبدن تیرے حوالے آقا

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

یونس ۔ ٦٣

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

"صدر زرداری......اسلام کی عدالت میں"

سعید آسوی کے قلم سے

اسلام کہتا ہے کہ اقتدار اعلیٰ کا مالک صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی بھی قوم کا امیر یا کسی بھی ریاست کا حکمران جو اختیارات رکھتا ہے، وہ اسی واحدہ لاشریک رب کے عطا کردہ ہیں اسے ان اختیارات کا استعمال اسی رب کی طرف سے قائم کردہ حدود و قیود کے اندر رہ کر کرنا ہوتا ہے اور خلق خدا یا رعایا کی فلاح و بہبود اسکی اولین ذمہ داری ہوتی ہے۔ یوں کہہ لیں کہ رب کائنات نے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ذریعے جو نظام حیات عطا فرمایا ہے اسکا نفاذ ایک حکمران کے پیش نظر ہونا چاہئے۔

ملک پاکستان کی یہ بدقسمتی رہی ہے کہ ایک سے بڑھ کر ایک نالائق حکمران اس پر مسلط رہا ہے۔ لوٹ مار، کرپشن، فراڈ، اقربا پروری، فرائض سے فرار اور ذاتی مفادات کی ہوس ان کا طرۂ امتیاز رہی ہے۔ عوام کی بہتری کا جذبہ عموماً ان میں مفقود رہا ہے۔ جنرل پرویز مشرف کی اسلام اور ملک دشمن پالیسیوں کے بعد عوام پاکستان کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ کاش کوئی اسلام پسند، نیک حکمران ملک کی باگ ڈور سنبھال کر اسے ہر قسم کے بحران سے نکالے لیکن شاید قدرت کو ابھی اور امتحانات مقصود تھے کہ آصف علی زرداری جیسا شخص نہایت چالاکی و ہوشیاری سے وطن عزیز کا حکمران بن بیٹھا جس کی نا اہل قیادت کے سبب آج پاکستان عملاً حالت جنگ میں ہے۔ بلوچستان میں دہشتگرد آزاد دندناتے پھرتے ہیں۔ قتل و غارت جاری ہے، کوئٹہ جل رہا ہے۔ اور ہم بے بسی کی تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ کراچی میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ غنڈہ راج کے سبب روزانہ وہاں دس بیس لاشیں گر رہی ہیں۔ قبائلی علاقوں کی طرح وہاں بھی حکومتی رٹ ختم ہوتی جا رہی ہے۔ پورے ملک میں امن و امان کی کم و بیش یہی صورتحال ہے (جس کے اصل محرک امریکہ و بھارت ہیں جنکی دوستی نے ہمیں اس حال تک پہنچا دیا ہے)۔ لیکن تاحال زرداری ٹولے نے اصلاح احوال کے لئے سنجیدہ کوششیں نہیں کیں۔ لوڈشیڈنگ، مہنگائی، عریانی و فحاشی، چوری و ڈکیتی، اغوا برائے تاوان اور عصمت دری کے بڑھتے ہوئے واقعات اور اس طرح کے متعدد مسائل اس کے علاوہ ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والی پیپلز پارٹی کی حکومت نے عوام سے یہ تینوں چیزیں چھین لی ہیں۔ دوسری طرف سے دیکھا جائے تو پانچ سال میں حکومت نے سوائے لوٹ مار، کرپشن اور فضول خرچیوں کے اور کچھ نہیں کیا۔ 2008ء سے اب تک حکومتی قرضوں میں 150 فیصد اضافہ ہوا ہے۔ 2015ء میں ہم پر بیرونی قرضوں کا

بوجھ 75 ارب ڈالر ہونے جارہا ہے کیوں؟ انہی حکمرانوں کی عیاشیوں کے سبب وفاقی ٹیکس محتسب کی رپورٹ کے مطابق ہمارے 70 فیصد ارکان پارلیمنٹ ٹیکس بالکل نہیں دیتے۔ اقرباپروری کی انتہا دیکھئے کہ زرداری صاحب نے اپنی حکومت کے چار سالوں میں ایک کھرب 25 ارب روپے کے بنکوں کے قرضے معاف کئے ہیں۔ ملکی تاریخ میں معاف کیا جانے والا سب سے بڑا قرضہ کراچی کے ساجد امجد کا ساڑھے بارہ ارب روپے کا ہے۔ اس کا "**سھرا**" بھی صدر پاکستان کے سر ہے۔ یہ "غمگین داستان" بہت طویل ہے، اسے پھر کسی موقع کیلئے رہنے دیتے ہیں۔

جناب صدر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو کرسی صدارت پر متمکن فرمایا تھا۔ آپ کو اللہ کریم اور اسکے محبوب کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا شکرگزار ہونا چاہئے تھا، ان کی اطاعت کا طوق گلے میں ڈالنا چاہئے تھا، ان کے اسلام کے فوائد و برکات کا دنیا کو مشاہدہ کراتا تھا، وطن عزیز میں کسی کو دین حق سے بغاوت کی جرأت نہیں ہونی چاہئے تھی، مگر افسوس! آپ نے اپنا منصب اور ذمہ داریاں نہیں پہچانیں۔ آپ کا مطمع نظر، آپ کے دین وایمان آپ کا مقصد زندگی صرف اور صرف پیسہ ہے۔ جسے سمیٹنے کیلئے آپ نے اپنی ساری طاقتیں اور صلاحیتیں صرف کردی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بھوک سے پیٹ پر پتھر باندھ کر، پیوند لگے کھردرے لباس میں ملبوس اور مٹی کے چھوٹے سے مکان میں رہتے ہوئے اسلامی ریاستی کی سربراہی فرمائی۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کسی کی نماز جنازہ پڑھائی، پھر حرم شریف میں تشریف لے جاتے ہیں تاہم نہایت تیزی سے دوبارہ مسجد کی طرف آتے ہوئے نمودار ہوتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اجمعین جو ابھی مسجد میں ہیں، حضور پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اس اچانک واپسی پر حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم صحابہ کے پاس پہنچ کر فرماتے ہیں کہ سونے کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا گھر میں موجود تھا۔ مجھے تشویش لاحق ہوئی، کہیں یہ رات بھر گھر میں نہ رہے، ورنہ میں قیامت کے دن اللہ پاک کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ اسے جلدی سے غربا اور مساکین میں تقسیم کر کے پھر واپس گھر تشریف لے گئے۔ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے پاس کیا تھا؟ کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا تکیہ، پیوند لگی ہوئی قبا اور کچھ ایسی دوسری چیزیں۔ ایک بات جو حالت نزع میں بھی نہیں بھولے وہ یہ تھی کہ میرے گھر (کاشانۂ اقدس) میں چند سکے موجود ہیں، میرے وصال سے پہلے انہیں تقسیم کردیا جائے۔

جناب صدر! یہ ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا طرز زندگی تو بتائیے کہ لاہور کے بحریہ ٹاؤن میں 100 کنال پر پھیلے ہوئے 5 ارب روپے مالیت کے محل کی تعمیر کا آپ کے پاس کیا جواز ہے؟ آپ کے پاس 5 ارب روپے کہاں سے آئے؟ جبکہ آپ کے والد حاکم علی زرداری تو ایک متوسط طبقے کے فرد تھے۔ اتنی خطیر رقم خرچ کرتے وقت آپ کو اپنے وطن کے وہ لاکھوں بلاول کیوں یاد نہیں آئے جو رات کو بھوکے سوتے ہیں اور جن کے پاس تن ڈھانپنے کیلئے مناسب لباس بھی نہیں؟

یہ بھی فرمایئے کہ اس محل کو دنیا کی ہر آسائش سے مزین کرتے ہوئے کہیں آپ نے شداد کی طرح زمین پر جنت بنانے کا تو نہیں سوچا؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس کا انجام بھی یاد رکھئے گا کہ جب شداد اپنی جنت دیکھنے کیلئے آیا، ابھی اس کا ایک پاؤں اس کی جنت کے اندر اور دوسرا باہر تھا کہ اس کی جان نکل گئی۔ شاید اس قلعہ نما محل کو بم پروف بناتے ہوئے آپ قرآن عظیم کا یہ اعلان بھول رہے تھے۔

این ماتکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدۃ (پ:۵،ع:۸)

ترجمہ: تم کہیں بھی رہو، موت تمہیں آ کر رہے گی، خواہ بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

آپ کا یہ حال ہے کہ — سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

ایک اسلامی ریاست کے سربراہ میں کن اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے، آیئے خلفاء راشدین علیہم الرضوان اجمعین کی مقدس زندگیوں سے اسکا جواب تلاش کرتے ہیں۔

خلیفۂ اوّل: تاجدار صداقت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کپڑے کا تھان کندھے پر رکھے بازار جا رہے ہیں، اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سامنے سے آجاتے ہیں جو وجہ پوچھتے ہیں، خلیفہ اول نے فرمایا کوئی کام تو کرنا ہی ہے، گھر کے اخراجات کہاں سے پورے ہوں گے۔ کپڑا بیچنے کیلئے بازار جا رہا ہوں۔ اصحاب نے کہاں، خلافت کا کاروبار کون چلائے گا؟ اب اصحاب کبار رضی اللہ عنہم سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں، آخر فیصلہ ہوتا ہے کہ بیت المال سے خلیفہ کا اتنا وظیفہ مقرر کیا جائے کہ جس سے زندگی کا تسلسل چلتا رہے۔ یہ وظیفہ کتنا تھا؟ ایک مزدور کی آمدن کے برابر جس سے فقط روکھی سوکھی چل سکے۔ اس لئے کہ یہ بیت المال ہے، جس پر ساری ریاست کے باشندوں کا برابر حق ہے۔ یہ کسی بادشاہ یا صدر کا خزانہ نہیں جسے دونوں ہاتھوں لوٹا جائے۔

اب خلیفۂ اول کی زندگی نہایت عسرت کی ہے، ان کی بیوی آخر انسان ہے، ایک دن آپ کے سامنے میٹھا کھانا کھانے کی خواہش کرتی ہیں۔ آپ کا جواب بس ایک ہی ہے کہ مجھے بیت المال سے یہی کچھ ملتا ہے۔ میٹھا بنانے کیلئے پیسے کہاں سے لاؤں؟ چند دن کے بعد وہ نیک خاتون کچھ پیسے لا کر دیتی ہیں کہ جا کر بازار سے سامان لے آئیں، آج میٹھا کھائیں گے (خلیفہ کے پاس خدام کی فوج نہیں ہوتی تھی، چنانچہ سودا سلف انہیں خود لانا ہوتا تھا) آپ بیوی سے پوچھتے ہیں کہ پیسے کہاں سے آئے؟ وہ جواب دیتی ہیں جو وظیفہ آپکو ملتا تھا اس میں سے چن دن کیلئے ذرا زیادہ تنگی سے کام لے کر گھر کا خرچ چلاتی رہی تا کہ اتنے پیسے بچ جائیں، جن سے میٹھا بن سکے۔ خلیفہ اول وہ پیسے لے کر سیدھے بیت المال کے خزانچی کے پاس جا کر اسے بتاتے ہیں کہ میرے وظیفے میں سے میری بیوی اتنے پیسے بچا سکتی ہے کہ یعنی جتنا وظیفہ مجھے ملتا ہے اس سے کم پر گزارا کیا جا سکتا ہے، لہذا آئندہ سے اتنے پیسے کم کئے جائیں۔

زارداری صاحب! ہم آپ سے یہ مطالبہ نہیں کرتے کہ آپ اس طرح کی عسرت کی زندگی گزاریں (کیونکہ آپ کا اتنا ظرف ہی نہیں ہے) لیکن یہ ضرور کہیں گے کہ خدارا غریبوں کو ان کا حق دیں، کچھ ایسا اہتمام کر دیجئے کہ ملک میں کوئی بھوکا نہ سوئے، سردی میں کوئی غریب مناسب لباس نہ ہونے کے سبب ٹھٹھر کے نہ مرے۔

خلیفۂ ثانی: تاجدار عدالت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور آتا ہے بائیس لاکھ مربع میل سلطنت کے حاکم بنتے ہیں۔ مدینہ کے باسی آرام کی نیند سوئے ہوتے ہیں اور آپ گلی گلی گھوم کر دیکھا کرتے ہیں کہ کوئی تکلیف میں تو نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ سو گئے تو بے شمار فتنے جاگ اٹھیں گے اور یہ کہ اللہ اور اس کے بندوں دونوں کا روزانہ حساب چکانہ ہے۔ ایک رات دوران گشت شہر سے باہر نکل گئے۔ ایک جھونپڑے سے فریاد کی آواز سنائی دی۔ قریب جانے پہ معلوم ہوا کہ ایک مسافر بدو کی بیوی زچگی کی حالت میں ہے۔ اس کا یہاں کوئی مددگار نہیں۔ جھونپڑے کے آگے بھوکا پیاسا نہایت ہی پریشان بیٹھا ہے۔ وہ آپ کو نہیں پہچانتا۔ آپ انہی قدموں واپس مڑتے ہیں۔ گھر آ کر بیوی کو ساتھ لیتے ہیں اور بیت المال سے کچھ سامان خورد و نوش بھی اپنے کندھے پر اٹھا لیتے ہیں (کیا ہمارے ملک کے صدر یا وزیر اعظم اپنی بیویوں کے ساتھ اس انداز میں کسی غریب ولاچار کی مدد کرنے کا سوچ بھی سکتے ہیں)۔ بدو کے پاس پہنچ کر خلیفۂ وقت اسے کھلانے پلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں جبکہ اہلیہ محترمہ جھونپڑے کے اندر بدو کی بیوی کی تیمار داری میں مصروف ہو جاتی ہیں کچھ دیر بعد وہ اندر سے آواز دیتی ہیں، یا امیر المومنین! اپنے دوست کو خوشخبری دو کہ اس کا بیٹا پیدا ہوا ہے۔ یہ سنتے ہیں بدو فرط جذبات سے بیہوش ہو جاتا ہے کیونکہ اسے اب جا کر پتہ چلا تھا کہ اسکی خدمت کرنیوالا کوئی اور نہیں بذات خود امیر المومنین ہیں۔

جب خلیفۂ ثانی صوبوں میں والیوں (گورنروں) کا تقرر کرنے لگتے تو تقرری کے خطوط ہی میں ان گورنروں کیلئے کچھ ہدایات بھی ہوتی تھیں، جن پر انہیں سختی سے کاربند رہنا ہوتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ریشمی لباس نہیں پہنو گے۔ ڈیوڑھی نہیں بناؤ گے۔ اپنے گھر کے آگے پہرہ دار مقرر نہیں کرو

گے، ایسے آٹے کی روٹی نہیں کھاؤ گے جو چھانا گیا ہو۔ پھر جس کسی نے ان ہدایت سے انحراف کیا اس کی وہ درگت بنا گئی کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہے۔ اگر آپ کہیں کہ یہ قلعہ نما محل میرے دوست ملک ریاض نے تحفۃً دیا ہے، پھر تو صورتحال اور بھی تشویشناک ہے۔ کیونکہ یقیناً آپ نے ان کو کھربوں یا کم از کم اربوں میں کوئی فائدہ پہنچایا ہے۔ جس کے عوض، یا جس کی 'زکوۃ' میں آپ کو یہ 'گفٹ' ملا ہے۔

خلیفہ ثالث: تاجدار سخاوت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا دور آیا۔ فتوحات کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا۔ مسلمان سمندر میں داخل ہو جاتے ہیں، بحری بیڑے بنائے جاتے ہیں۔ خشکی کی دور دور تک کی سرحدوں کو چھو لیتے ہیں۔ اتنی بڑی مملکت کا خلیفہ صبح سے دوپہر تک امور ریاست نمٹا کر دوپہر کے کھانے کے بعد مدینہ میں قیلولہ کی خاطر چادر اوڑھ کر ایک درخت کے نیچے سو جاتا ہے۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ دور دراز کا ایک بدو آتا ہے اور خلیفہ وقت کو پاؤں کے انگوٹھے سے پکڑ کر جگا دیتا ہے۔ آپ مسکراتے ہوئے اٹھتے ہیں۔ بدو سے کام پوچھتے ہیں اور اسکا کام نمٹا کر پھر سو جاتے ہیں۔ دوبارہ آنکھ لگی ہی تھی کہ دوسرا بدو آتا ہے اور اسی طرح پاؤں کا انگوٹھا پکڑ کر جگا لیتا ہے۔ آپ پھر مسکرا کر اٹھتے ہیں اور اس بدو کا کام نمٹا کر پھر سو جاتے ہیں۔ ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ تیسرا بدو آ کر یہی عمل دوہراتا ہے۔ اور آپ ابھی اس کا کام بخوشی نمٹاتے ہی ہیں کہ اتنے میں مسجد نبوی سے اذان کی آواز آتی ہے اور آپ اٹھ کر مسجد کی راہ لیتے ہیں

خلیفۂ چہارم: تاجدار شجاعت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم آتے ہیں۔ شیر خدا بھی ہیں، باب العلم بھی، فاتح خیبر بھی ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی آنکھ کا نور بھی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک آغوش رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم میں پلے ہیں واہ کیا شان ہے۔ کوئی ایسی قربانی نہیں جو خدا جل جلالہ اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے رستے میں نہ دے چکے ہوں۔ کوئی ایسا معرکہ نہیں جو سر نہ کر چکے ہوں ایک غزوے میں داد شجاعت دیتے ہوئے دشمن کا تیر پنڈلی میں ہڈی تک گھس جاتا ہے درد کی شدت اس قدر ہے کہ کوئی ہاتھ بھی لگائے تو تڑپ اٹھتے ہیں۔ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اب اپنی درد کا کا خیال نہیں، بارگاہ خداوندی کی طرف دھیان ہے۔ نماز کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حسب معمول دنیا و مافیہا سے اتنے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ لوگوں نے وہی تیر کھینچ کر باہر نکال دیا اور آپ کو پتہ تک نہیں چلا۔

یہ ہیں ہمارے آئیڈیلز جنکی دین اسلام کے ساتھ اس حد تک محبت ہے جبکہ ہمارے حکمرانوں کی اس نہج پر تربیت ہی نہیں ہوئی۔ ایک وہ بدبخت وزیر داخلہ ہے جسے قل ھو اللہ شریف بھی نہ آئی اور اکثر وہ ہیں جو عید کے عید مسجد میں جاتے ہیں وہ بھی اسلئے کہ ٹی وی پر خبر آ جائے۔

محترم آصف علی زارداری صاحب! اس چند روزہ اقتدار پر مت پھولئے۔ خدا اور اسکے رسول کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے احکام کے سامنے جھک جایئے۔ ان کی غلامی اختیار کیجئے تاکہ امریکہ اور یہود و ہنود کی غلامی سے نجات مل سکے۔ پاکستانی قوم بہت مظلوم ہے، ان پر رحم کیجئے۔ ان کی ابتر حالت کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کیجئے ورنہ یاد رکھئے! اگر خودکشیوں کا تناسب یونہی بڑھتا رہا، قتل و غارت عام ہوتی رہی، چوری و ڈکیتی عروج پر رہی، مظلوم انصاف کیلئے تھانوں اور کچہریوں میں ذلیل ہوتے رہے، عریانی و بے حیائی پھیلتی پھولتی رہی بلکہ آپ کی سرپرستی میں خون پنپتی رہی، تو جب خدا کی عدالت سجے گی، عوام پاکستان فریادی ہوں گے اور آپ کو کٹہرے میں کھڑا ہونا پڑیگا۔ تب آپ کا گریبان ہوگا اور ہمارا ہاتھ۔ ڈریئے اس وقت سے۔

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی سخت گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

''ہماری منزل کیا تھی......اور ہم کدھر جا رہے ہیں''

حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ

(بسم اللہ الرحمٰن الرحیم)

اسلام کے بہی خواہ اور ملت اسلامیہ کے سچے ہمدرد جہاں اس بات پر پریشان رہتے ہیں کہ عموماً وہ دین کا جذبہ کارفرما نہیں رہا، ملت کے نوجوانوں کو عیاشی وفحاشی کا دلدادہ بنایا جا رہا ہے، مرد وزن کا وہ اختلاط جو تہذیب حاضر کا خصوصی سیاہ کارنامہ ہے عام ہو رہا ہے، درآمدی فیشنوں نے دل ودماغ کو اپنے چنگل میں پھنسا رکھا ہے، ٹی وی اور دوسرے ذرائع ابلاغ کی برکت سے رقص وسرود کی محفلیں گھر گھر میں پہنچ رہی ہیں، ہماری کالج میں پڑھنے والی بچیاں حیا سے ناآشنا ہوتی جا رہی ہیں، نصف صدی گزرنے کے باوجود یہاں وطن عزیز میں اسلامی نظام تعلیم اور اسلامی نصاب تعلیم مروج نہیں کیا گیا۔ غرض دل خون کے آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے کہ ہماری اصل منزل کیا تھی اور ہم کدھر جا رہے ہیں، اس کا حل یہی تو ہے کہ خدا کا اور اس کیلئے اس کے رسول ﷺ کا عشق دلوں میں پیدا کیا جائے۔ حضور پرنور ﷺ کے کمالاتِ صورت وسیرت بیان کر کے قافلے کا رخ اپنے اصل قبلے کی طرح موڑا جائے، اسلام کو اپنے اپنے ماحول میں ہی سہی زیادہ سے زیادہ نافذ کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور دین حنیف کے حوالے سے معاذ اللہ اگر کوئی احساس کہتری کا شکار ہے تو اسے اس سے نکالا جائے۔ نبی کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی نوع انسان پر جو احسانات کئے ہیں، اور اولاد آدم علیہ السلام کو قعرِ مذلت سے نکالنے کیلئے جو جو اقدامات کئے ہیں، انھیں بیان کیا جائے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وہ معجزات جنھیں دیکھ کر کفار قدرت خداوندی اور عظمتِ نبوت پر ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے تھے انھیں بڑھ چڑھ کے بیان کیا جائے۔ اطاعت خداوندی کے جو فائدے عقبیٰ میں ہوں گے صرف انھیں کو بیان نہ کیا جائے بلکہ اس دنیا میں بھی اس سے فکر وعمل کو جو روشنی اور قوت وبرکت ملتی ہے، بیان کی جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تھے کرنے کے کام مگر یار لوگوں کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ لوگ اگر اللہ کے ساتھ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نام پاک لیتے ہیں، 'توحید حاضر' کے جیالے چڑ جاتے ہیں۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نظر کرم اپنے ہر امتی کے شامل حال ہے اور اسے احتیاط سے سفرِ حیات طے کرنا چاہیے، اس قسم کے جملے سن کر احتیاط تو ایک طرف رہی الٹا شرک شرک کا نعرہ لگا دیتے ہیں۔ اور سچی بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور امتی کا تعلق یہ بیچارے سمجھ نہیں پاتے اور نہ سمجھ سکتے ہیں اس لئے کہ خود کو 'امتی' کہلوانا ان کیلئے غالباً بوجھ ہے۔ امتی بنیں تو تعلقات کی لطافت کو سمجھیں اور جب امتی ہی نہیں تو کیا سمجھیں اور کیونکر سمجھیں۔ ان کا اندازِ گفتگو بعض اوقات اتنا دلخراش ہوتا ہے کہ سننے والا آسانی سے یہ اندازہ لگا لیتا ہے کہ یہ لوگ اللہ کے سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دل سے نہیں مانتے اور جو کچھ یہ اَول فَول بک رہے ہیں، اللہ کے سچے نبی ﷺ کی شان اس سے وراء الوراء ہے۔

ہاں ہاں یہ خیالی بات نہیں، ایسا ہوتا ہے اور بعض دفعہ سلیم العقل لوگ صرف ان کی باتیں سن کر ہی یہ اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ چنانچہ میرے برادرِ طریقت راؤ نصر اللہ خاں مرحوم کا ایسا ہی واقعہ ہے۔ میرے محسن ومربی اعلیحضرت قیوم زمانی حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے انھیں بزم لاثانی ضلع ساہیوال کا صدر نامزد فرمایا تو ہمارا ان کا تعلق اور بھی بڑھ گیا۔ ایک دفعہ دوران گفتگو فرمانے لگے کہ میں نے دیوبندی گھرانے میں آنکھیں کھولیں اور ہمارے گھر والے ہی تھے جو اپنے گاؤں میں دیوبندی علماء کو تبلیغ کیلئے بلایا کرتے تھے۔ راؤ صاحب فرماتے تھے کہ میں

نے ان دیوبندی علماء سے حضور ﷺ کے بارے میں ان کے خیالات سنے تو میرے دل نے گواہی دی کہ اللہ کے رسول ﷺ کی (معاذ اللہ) شان اتنی کمزور نہیں ہو سکتی اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں، محض بغض وعداوت کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔ راؤ صاحب کے بقول اسی قسم کی تقریریں سن سن کر وہ اپنے گھر والوں کے عقیدے سے تائب ہو گئے اور پھر بعد میں وہ غوث زماں حضور نقش لاثانی قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت سے مشرف ہو گئے۔

برادران عزیز، کسی کے نعروں پر نہ جایئے، کسی کی شکل سے دھوکا نہ کھایئے کسی کی من موہنی باتوں پر لٹو نہ ہو جایئے، ہاں ہاں یہ دیکھو اس کا اللہ کے پاک حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کیا رویہ ہے۔ باغیانہ ہے یا غلامانہ۔ باغیانہ ہے تو کسی لبادے میں ہو، کسی رنگ کا ہو اور چکنی چپڑی باتوں میں شاق ہو، اسے دنیا کا سب سے زیادہ بدبخت شیطان سمجھئے۔ ایسا کیوں نہ ہو، دنیا میں کون ہے جو اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو ان کی طرح مانتا ہے۔ آج کل کسی یہودی سے مل کر دیکھ لیجئے، اس کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کس قسم کے عقائد ونظریات ہیں۔ کیا آپ نے کسی یہودی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تنقید کرتے دیکھا، کیا کسی عیسائی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہرزہ سرائی کرتے دیکھا۔ وہ تو ان کے معجزات چھپانے کے بجائے جو تین چار ہیں انھیں بڑھا چڑھا کے پیش کرتے ہیں اور انھیں نبی کے بجائے خدا مانتے ہیں۔ ایک یہ ہیں کلمہ بھی پڑھتے ہیں، بظاہر رسول بھی تسلیم کرتے ہیں، پھر بھی دن رات ان کے کمالات چھپانے اور ان کا انکار کرنے کرانے پر قسم کھائے بیٹھے ہیں۔ ایسے نابکار اور کہاں ہوں گے؟ ان کی باتیں سن کر اسلام میں کوئی کشش محسوس ہوگی یا کسے خداوند کریم وقدیر کی رحمتوں اور قدرتوں پر یقین آئے گا۔ مگر یہی تو یہ چاہتے ہیں کہ اندر والے اسلام سے بددل ہوں اور باہر سے آنے کا ارادہ کرنے والے باہر رہیں۔ کیا آپ بھول گئے جب حضور اکرم نور مجسم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو وہاں یہودی بھی موجود تھے۔ حضور اکرم ﷺ انھیں دوران گفتگو اپنی تشریف آوری اور بعثت کا ذکر توریت میں پڑھنے کیلئے کہتے تو جہاں حضور ﷺ کا ذکر خیر آتا تو اس پر ہاتھ رکھ لیتے، تاکہ ذکر پاک چھپا رہے پھر حضور ﷺ انھیں فرماتے کہ ہاتھ ہٹا کر پڑھو وہ پڑھتے تو حضور ﷺ کا ذکر خیر بغیر کسی ابہام کے ہوتا۔ کسی حد تک یہی حال ان کا ہے بلکہ ان کا حال اور بھی زیادہ برا ہے۔ وہ یہودی وقتی طور پر سہی مان جاتے تھے، مگر یہ نہیں مانتے۔ ان کا انداز بعض اوقات اتنا بے رحمانہ ہوتا ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی ان کا مذاق اڑاتے ہیں مگر یہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ چنانچہ قیام پاکستان سے قبل کہتے ہیں کہ بھکھی شریف ضلع گجرات میں محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبلیغ کے لیے بریلی شریف سے تشریف لائے تو مولوی محمد شریف صاحب سابق شیخ الحدیث مسجد فتح پوری (دہلی) نے مناظرے کا چیلنج کر دیا۔ حضرت محدث اعظم قدس سرہ کو ثابت کرنا تھا کہ حضور سرور عالم، رحمت عالمیان ﷺ اپنے غلاموں کی امداد فرماتے ہیں جب کہ دیوبندی مناظر کو اس کا جواب دینا تھا۔ کہتے ہیں کہ دیوبندی مناظر کی قال وقیل سن کر ہندو سکھ کہتے تھے کہ مولوی صاحب اگر آپ کا نبی کچھ نہیں کر سکتا اور کچھ نہیں دے سکتا تو آیئے ہمارے ساتھ مل جایئے اور ہمارے مذہب میں آجایئے۔ غرض نجدی مناظر اور اس کے ہمنوا بڑی رسوائیوں کا بوجھ سر پر اٹھائے واپس ہوئے مگر حلقہ بگوش رسول ﷺ پھر بھی نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ۱۹۶۳ء کے لگ بھگ ان کی موت ہوئی تو کئی دن تک قبر سے بدبو آتی رہی۔ سچ ہے کافر ایک دفعہ جس کلمہ مقدسہ کو پڑھ کر مسلمان ہو جاتا ہے منافق اسے لاکھوں بار پڑھ کر بھی مسلمان نہیں ہوتا۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ کافر نے اگرچہ ایک بار پڑھا مگر پڑھا دل سے ہے، اس کے برعکس منافق نے لاکھوں بار پڑھا مگر پڑھا صرف زبان سے ہے۔ قرآن پاک میں دیکھ لیجئے جو سزا منافق کی ہے، وہ اسی کے لیے ہے اور وہ سب سے سخت ہے چنانچہ

ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار ج ولن تجد لھم نصیرا ۝ (النساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقہ میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا۔

تحفظ ناموس رسالت کا عظیم جرنیل

15 مارچ بروز جمعۃ المبارک صبح 9 تا نماز جمعہ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کا سالانہ عرس مبارک ہورہا ہے اسی مناسبت سے یہ مضمون دیا جارہا ہے

سگ بارگاہ مرشد کریم: ممنون احمد آسوی

اخیارِ امت نے ہر دور میں ملت اسلامیہ کی رہنمائی اقدار انسانی کے تحفظ علوم دینیہ کی ترویج واشاعت اور علوم نبوت کی ترغیب وتبلیغ میں شب وروز اپنی جانیں صرف کیں اور عہد نبوت سے لے کر آج تک مشاہیر امت تاریخ کے ہر دور میں داد تحسین حاصل کرتے رہے اور تا ابد الا آباد حاصل کرتے رہیں گے۔ انسان کی فکری جلاء، روح کی بالیدگی عقائد ونظریات کی صحیح سمت طرز معاشرت علم وادب اور تمدن کی راہیں متعین کرنا اسلاف کے فرائض منصبی کا بنیادی اور اہم حصہ رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ضلالت کے ماروں، گمراہی کے اندھیروں میں بھٹکنے والوں کو صراط مستقیم کا اجالا اخیار امت نے دکھایا اور جب مصائب دنیوی نے آن گھیرا اور آلام روزگار نے زندگی کو کلفتِ پیہم بنا کر رکھ دیا تو نبی کے پیروکاروں نے دستگیری کی اور دم توڑتی انسانیت کو حیات جاودانی نصیب ہوئی۔ بھٹکنے والوں نے سیدھی راہ اور گمراہوں نے منزل کا پتا پایا۔ اسلام اور اخیار کا ذکر جمیل قرآن حکیم کا انداز تبلیغ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا طریقہ مبارکہ ہے کتاب وسنت نے جہاں ارشادات اور احکام کو بیان فرمایا وہاں ان احکام میں ڈھلی ہوئی شخصیتوں کو بھی پیش کیا تا کہ عمل کرنے والوں کیلئے نمونہ اور عذر گزاروں کیلئے حجت کا سامان بن سکے اس ابتلاء ومعصیت کے دور میں ہر دردمند دل کی یہ پکار ہے کہ کوئی تو ہمیں بندگان خدا کی سیرت سے روشناس کرائے جو وقت کے ہر چیلنج سے نبرد آزما رہے ہوں۔ جو فرنگی جادو کے طلسم کو اسلام کی سچی قوت سے پاش پاش کرنے کی طاقت رکھتے ہوں جنہوں نے تہذیب نو کے چشیدہ بدمستوں کو للکارا ہو۔ علم وحکمت کی قندیلیں روشن کی ہوں۔ کتاب وسنت سے شجر افرنگ کی بیخ کنی کی ہو۔ الحمدللہ انہیں عظیم ہستیوں میں ایک جرنیل ہستی ترجمان حقیقت حضور مفکر اسلام پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ ہیں جنہوں نے اسی ڈوبتی ناؤ کے مسافروں کی شکست خوردہ آواز پر لبیک کہی۔ یہ عظیم ہستی جن کے کردار وعمل کی ضیا پاشیوں سے قلوب واذہان منور ہوئے۔ علم وحکمت کے سوتے پھوٹے اور آپ کی تعلیمات سے آج بھی اپنے بگڑے ہوئے خدوخال درست کئے جاسکتے ہیں۔ حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ اخلاق عالیہ، اتباع شریعت، تربیت واصلاح، خلق اور سادگی وبے نفسی کی بے نظیر تصویر تھے۔ نماز پنجگانہ کا باجماعت التزام، تہجد واشراق میں دوام اور اوراد ووظائف میں ضبط تام اور سنت نبوی کا راسخ اعتصام آپ کی وہ اہم خصوصیات ہیں جو اسلاف امت کا طرۂ امتیاز اور سنت کی پیروی کا عظیم شعار رہی ہیں۔ مادیات کے ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ نے ''الحقیقہ'' کا اجراء فرمایا جس نے دنیائے صحافت میں تہلکہ مچا کر رکھ دیا۔ بدعقیدگی کے سیلاب کے آگے بند باندھ دیا۔ رستے سے بھٹکے ہوئے لوگوں نے منزل پائی۔ اس کیساتھ ''شیران اسلام'' کے نام سے عشق ومحبت کا ایک قافلہ تشکیل دیا اور فرمایا کہ یہ فرزندانِ اسلام کا ایک ایسا لشکر ہے جو ہر محاذ پر اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرے گا۔ ان کی سازشوں کا منہ توڑ جواب دے گا اور سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر محض خدا جل جلالہ اور رسول ﷺ کی رضا کیلئے دین حق کی اشاعت کرے گا۔

بحمدہ تعالیٰ اسی مرد قلندر کی فکر کو لیکر شیران اسلام ''الحقیقہ'' اور ادارہ ''تعلیمات حضور مفکر اسلام'' جانشین حضور مفکر اسلام جناب صاحبزادہ محمد عطاالحق نقشبندی حسینی کے سرپرستی میں کام کررہے ہیں۔ آپ کی فکر اور مشن کو قریہ قریہ اور نگر نگر پہنچانے کا عہد کررکھا ہے۔ یوں تو شیران اسلام دشمنان اسلام کے خلاف ہر محاذ پر کام کررہی ہے۔ بالخصوص شیران اسلام شعبہ تحفظ ختم نبوت پر خصوصی توجہ دے رہی ہے۔ مرشد کریم حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ کی توجہ سے لاکھوں کی تعداد میں لٹریچر شائع اور تقسیم بھی کیا جارہا ہے۔ اللہ رسول کے فضل وکرم سے یہ کاروان عشاق صدائیں دیتا ہوا منزل بہ منزل رواں دواں ہے۔ اور پکارتا ہے۔ اے انسانوں...... اے مسلمانو!...... اے عشق نبی ﷺ کے پروانو!...... آؤ صراط مستقیم کی تمہیں جلوہ سامانیاں دکھائیں...... اسلام کی درخشاں راہیں بتلائیں...... آؤ کہ انسانیت کی تقدیر حضور سرور کونین ﷺ سے وابستہ کردیں...... کشاں کشاں چلے آؤ...... کہ ساقی کوثر، شافع محشر کا اسوۂ مبارکہ تمہیں بلاتا ہے۔

ننگے سر نماز پڑھنا سنت یا بدعت ؟

فیصلہ آپ کریں

......﴿محقق دوراں جناب مفتی علامہ محمد نصر اللہ مدنی آسوی حسینی﴾......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حج کے احرام کے علاوہ نبی کریم ﷺ نے کبھی ننگے سر نماز پڑھی اور نہ پڑھنے کا حکم دیا ہمیں آج تک بخاری و مسلم بلکہ تمام کتب احادیث میں سے ایک بھی صحیح حدیث نہیں مل سکی جس سے ثابت ہوتا ہو کہ نبی کریم ﷺ یا خلفاء راشدین یا صحابہ کرام نے ننگے سر نماز پڑھی یا پڑھنے کا حکم دیا ہو۔ ہمارا کسی سے جھگڑا نہیں صرف مطالبہ ہے ان لوگوں سے جو جان بوجھ کر ننگے سر نماز پڑھتے اور سنت نبوی کی پرواہ نہیں کرتے ہمیں اس کے متعلق نبی کریم ﷺ کا حکم یا اس کی فضیلت میں کوئی ایک حدیث بیان کر دیں تاکہ ہم بھی اس فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ننگے سر نماز پڑھیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں لیکن اگر حدیث نہ مل سکے تو ہماری بیان کردہ احادیث پر عمل کرتے ہوئے سر ڈھانک کر نماز پڑھیں یا پھر اپنے آپ کو اہل حدیث کہلانا چھوڑ دیں کہ یہ جھوٹ ہوگا۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ بیشک تمہیں رسول اللہ ﷺ کی پیروی بہتر ہے (سورہ الاحزاب آیت:۲۱)

اور رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وما اٰتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ اور جو تمہیں رسول عطا کریں لے لو اور جس سے منع کریں رک جاؤ﴾ (سورہ الحشر آیت ۷) اس سے ثابت ہوا کہ ہر سنت قرآن سے ثابت ہے۔

﴿ومن يطع الرسول فقد اطاع اللّٰه﴾ جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔ (سورہ النساء آیت:۸۰) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عمامہ باندھنے کا حکم دیا ہے اور ننگے سر رہنے سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا حکم اللہ کا حکم ہے گویا عمامہ باندھنا اللہ کے حکم کی تعمیل ہے۔ اور ننگے سر رہنا اللہ کی نافرمانی ہوگی۔

کامیاب کون اور ناکام کون؟

﴿ومن يطع اللّٰه ورسوله فقد فاز فوزا عظيما﴾ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی (سورہ الاحزاب:۷۱ پارہ ۲۲)

﴿ومن يعص اللّٰه ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا خالدا فيها وله عذاب مهين﴾ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی کل حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا جس میں ہمیشہ رہے اور اس کے لئے خواری کا عذاب ہے۔ (سورہ النساء:۱۴)

سنت پر عمل کرنے والوں کو عرش الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ (القول البدیع ص ۱۲۳) جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور سو شہید کا ثواب

حاصل ہوگا۔(مشکوۃ حدیث 175-176)اور تارک سنت نبی کریم ﷺ کے دیدار سے محروم رہیں گے۔(القول البدیع ص ۱۵۱)سنت پر عمل کرنے والا اللہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کے گناہ بھی بخش دیئے جاتے ہیں۔(سورہ آل عمران آیت ۳۱)

ٹوپی وعمامہ کا حکم اور ننگے سر نماز کی ممانعت احادیث کی روشنی میں

سر ڈھانک کر نماز پڑھنا آقا کریم ﷺ کی ایسی دائمی سنت ہے کہ جس پر آپ ﷺ نے عمر بھر عمل فرمایا اور آپ ﷺ نے سوائے حج کے کبھی بھی ننگے سر نماز ادا نہ فرمائی بلکہ عام زندگی میں بھی آپ ﷺ کا ننگے سر رہنا کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے اگر چہ عمامہ شریف کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی تاہم صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا بھی حدیث اور عمل سلف وخلف سے ثابت ہے۔

حدیث:۱ چنانچہ امام حقانی قطب ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یَاْمُرُ بِسِتْرِ الرَّاْسِ بِالْعَمَامَةِ اَوِ الْقَلَنْسُوَةِ وَیَنْهٰی عَنْ کَشْفِ الرَّاْسِ فِی الصَّلَاةِ﴾ نبی ﷺ نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم دیتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔(کشف الغمہ 87/1)

امام حقانی قطب ربانی حضرت سیدی عبدالوہاب شعرانی وہ شخصیت ہیں جن کے متعلق غیر مقلدین کے امام مولوی ابراہیم سیالکوٹی ساجد میر کے دادا لکھتے ہیں: کہ آپ مصر کے اولیاء اللہ میں سے تھے مجھ نابکار کو ان سے بہت عقیدت ہے میں نے ان کی کتب سے بہت فیض حاصل کیا اور میں نے ان کے مزار پر فاتحہ پڑھی۔(تاریخ اہل حدیث حاشیہ 115-110)

حدیث:۲ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہودیوں کی طرح ننگے سر نماز نہ پڑھو۔(کنز العمال ج ۴ ،فیوض اباری حصہ ۲ ص ۸۷)

علامہ کاسانی حنفی فرماتے ہیں:

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیص، تہبند اور عمامہ۔(بدائع الصنائع 219/1)

حدیث:۳ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلصَّلَاةُ فِی الْعَمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشْرِ الافِ حَسَنَةٍ،

عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔(المسند الفردوس للدیلمی ۲/۴۰۶، جامع الاحادیث از امام احمد رضا)

پانچ نمازیں ننگے سر پڑھی جائیں تو پچاس ہزار نیکی کا نقصان ہوگا۔عقلمندوں کے لئے یہ معمولی نقصان نہیں ہے۔

حدیث:۴ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْعَمَائِمُ تِیْجَانُ الْعَرَبِ فَاِذَا وَضَعُوْا الْعَمَائِمَ وَضَعُوْا عِزَّهُمْ﴾ عمامے عرب کے تاج ہیں جب وہ عمامے اتار دیں گے تو وہ اپنی عزت اتار دیں گے۔(جامع صغیر حدیث 5724)

دیکھو میرے نبی کریم ﷺ کا علم غیب آج پورے سعودی عرب میں کسی کے سر پر عمامہ نظر نہیں آئے گا سعودیہ میں صرف سوڈانیوں، پاکستانیوں یا افغانیوں کے سر پر عمامہ کے تاج نظر آئیں گے۔لوگ کہتے ہیں سعودیہ میں اصل دین ہے اگر اصل دین ہے تو یہ بدعت کہاں سے آ گئی کیا ننگے سر رہنا سنت ہے؟ جس طرح سعودی نجدی یہ سرخ یا سفید رنگ کا رومال سر پر ڈال کر اس کے دونوں کنارے لٹکا دیتے ہیں۔اس طریقہ سے رومال کس صحابی نے لیا تھا یہی تو،،سدل،، ہے جس سے نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا تھا۔ نھی رسولُ

اللہ ﷺ عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلَاۃِ (ابوداود مشکوۃ کتاب الصلاۃ باب الستر (عربی) حدیث764) یہ لوگ ائمہ کی تقلید کو شرک کہتے ہیں لیکن سعودیہ کی اندھی تقلید خود بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ ان کو سعودیہ اور اپنے مولویوں کی تقلید مبارک اور ہمیں امام اعظم رحمہ اللہ کی جو تابعین میں سے ہیں یعنی صحابہ کرام کی زیارت کرنے والے اور ان سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔

حدیث:۵ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْعَمَائِمُ وَقَارُ الْمُؤْمِنِ﴾ عمامے مومن کا وقار ہیں۔ (دیلمی)

حدیث:۶ اسامہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿اِعْتَمُوْا تَزْدَادُوْا حِلْمًا﴾ عمامے باندھو تمہارا علم زیادہ ہوگا۔ (جامع صغیر)

حدیث:۷ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿عَلَیْکُمْ بِالْعَمَائِمِ فَاِنَّھَا سِیْمَاءُ الْمَلَائِکَۃِ وَارْخُوھَا خَلْفَ ظُھُوْرِکُمْ﴾
تم عمامے اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے اور انہیں اپنی پیٹھوں کے پیچھے لٹکاؤ۔ یعنی شملہ
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان مشکوۃ 4371 کتاب اللباس)

یعنی ہمیشہ یا نماز کے وقت عمامہ باندھا کرو۔ عمامہ کے ساتھ ایک نماز بغیر عمامہ کی ستر نمازوں سے افضل ہے۔ مگر عمامہ سنت کے مطابق چاہئے کہ ٹوپی پر باندھا جائے مع شملہ کے ہو عام دنوں میں سات ہاتھ (ساڑھے تین گز) اور جمعہ کی نماز میں بارہ ہاتھ (چھ گز) شملہ آدھی پیٹھ تک ہو۔ حضور ﷺ عمامہ پشت کے پیچھے لٹکاتے تھے کبھی داہنی جانب سینہ پر بھی ہوتا تھا دونوں طریقے سنت ہیں۔ (مراۃ شرح مشکوۃ 121/6) "مزرع الحسنات شرح دلائل الخیرات،، میں ہے کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ کا عمامہ شریف عام حالات میں سات ہاتھ تھا اور جمعہ اور عیدین میں بارہ ہاتھ تھا۔

حدیث:۸ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب عمامہ باندھتے تو اسے اپنے کندھوں کے درمیان لٹکاتے۔ (ترمذی 1736 مشکوۃ 4338)

حدیث:9 حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے عمامہ باندھا تو اسے میرے آگے اور میرے پیچھے لٹکا دیا۔ (ابوداود 4079 مشکوۃ 4339)

اور عمدۃ القاری میں ہے اس کا شملہ چار انگل کی مقدار پیچھے لٹکایا۔ (306/16)

یعنی میرے سر پر خود اپنے دست مبارک سے عمامہ لپیٹا۔ آج کل فارغ التحصیل طلباء کے سروں پر علماء عمامے لپیٹتے ہیں جسے دستار بندی کہا جاتا ہے اس کی اصل یہ حدیث ہے۔

حدیث:۱۰ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
﴿فَرْقُ مَا بَیْنَنَا وَبَیْنَ الْمُشْرِکِیْنَ الْعَمَائِمُ عَلَی الْقَلَانِسِ﴾
ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔
(ترمذی حدیث 1784 ابوداود 4078 مشکوۃ: 4340 کتاب اللباس)

حدیث:۱۱ حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿اَلْعِمَامَةُ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ فَصْلُ مَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ يُعْطَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُلِّ كَوْرَةٍ يُدَوِّرُهَا عَلَى رَأْسِهِ نُوْرًا﴾

ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہمارے اور مشرکین کے درمیان امتیازی علامت ہے۔ عمامہ کا ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس کے بدلے میں قیامت کے دن نور عطا کیا جائے گا۔ (جامع صغیر (عربی) حدیث 5725

یعنی بغیر ٹوپی عمامہ باندھنا طریقہ مشرکین ہے اور ٹوپی پر عمامہ باندھنا طریقہ مومنین ہے۔ (مراۃ 105/6) یعنی اکثری عمل یہ ہے

حدیث:۱۲ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا عِمَامَةٍ﴾

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔ (جامع صغیر حدیث 4418 اخرجہ الدیلمی)

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ مرسلا روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عالم کی دو رکعتیں غیر عالم کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (جامع صغیر حدیث 4476

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

شادی شدہ کی دو رکعتیں کنوارے کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (جامع صغیر حدیث 4473) اس حدیث میں اولاد کی جلد شادی کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿رَكْعَتَانِ بِسِوَاكٍ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً﴾

مسواک کے ساتھ دو رکعتیں ستر رکعتوں سے افضل ہیں، پوشیدہ ایک دعا اعلانیہ ستر دعاؤں سے افضل ہے۔ پوشیدہ ایک صدقہ اعلانیہ ستر صدقوں سے افضل ہے۔ (جامع صغیر حدیث:۱۳)

حدیث:۱۴ حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿صَلَاةٌ تَطَوُّعٌ أَوْ فَرِيْضَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرِيْنَ صَلَاةً بِلَا عِمَامَةٍ وَجُمُعَةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ سَبْعِيْنَ جُمُعَةً بِلَا عِمَامَةٍ﴾

نفل اور فرض نماز عمامہ کے ساتھ بلا عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بلا عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے۔ (اخرجہ ابن عساکر)

حدیث:۱۵ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ۔ بیشک اللہ تعالی اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔ (جامع صغیر (عربی) حدیث 1817)

حدیث:۱۶ کلیب کے والد اپنے ماموں سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں سردیوں میں حاضر ہوا وہ سب ٹوپیاں پہنے ہوئے اور چادریں اوڑھے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ ان کی چادروں میں تھے۔ (رواہ الطبرانی مجمع الزوائد 51/2)

ایک شبہ کا ازالہ: نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے، مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر

تمام جسم ہے، صرف چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔

مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنا چاہئے، غیر مقلدین حضرات حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے باوجود اور کپڑوں کے صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں قمیص، شلوار، شیروانی وغیرہ سب پہنتے ہیں صرف سر نہ ڈھانپنے کے لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بہانہ بناتے ہیں انہیں چاہئے کہ وہ صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھا کریں قمیص اتارلیں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھیں اور پڑھایا کریں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا عمل بیان جواز کے لئے تھا جب کسی نے ان کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو تعجب کرتے ہوئے سوال کیا۔ تو فرمایا: نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں ہم میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے یعنی اگر ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہوتی تو اس غریبی کے زمانہ میں ہم میں سے کسی کی نماز نہ ہوتی یعنی میرا یہ عمل بیان جواز کے لئے ہے ورنہ سنت یہ ہے کہ تین کپڑوں میں نماز پڑھے قمیص تہبند یا شلوار اور ٹوپی اور عمامہ۔

نیز غیر مقلدین کے پاس ننگے سر پڑھنے کی ایک بھی صریح دلیل نہیں ہے صرف اس حدیث سے کھینچ تان کر وہ اپنا مدعا ثابت کرنا چاہتے ہیں جس میں وہ بُری طرح ناکام ہیں کیونکہ اس میں احتمال ہے کہ ایک کپڑے میں پڑی تو شاید ننگے سر پڑھی ہوگی تو یہ کوئی واضح دلیل ہی نہیں جیسے ننگے سر پڑھنے کا احتمال ہے ویسے ہی سر ڈھانک کر پڑھنے کا بھی احتمال ہے ایک کپڑے سے سر بھی ڈھانکا جاسکتا ہے صحابہ کرام سے کیسے ممکن ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی سنت کی مخالفت کرتے ہوئے ننگے سر نماز پڑھتے۔ علماء محققین کا اصول ہے ﴿اِذَا جَـــاءَ الاِحْتِمَالُ بَطَلَ الاسْتِدْلَالُ﴾ جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔ اپنے آپ کو قرآن وحدیث پر عامل کہلانا اور احتمالات سے استدلال کرنا انہیں ہرگز زیب نہیں دیتا۔ ایک کپڑے میں نماز یہ ابتدائی عمل تھا جو بامر مجبوری تھا بعد میں وہ بھی چھوڑ دیا گیا۔

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے؟ میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے فرمایا: اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، تو انہوں نے فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لئے زینت کی جائے۔ (سنن کبریٰ 236/2)

ننگے سر نماز فقہائے امت کی نظر میں: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ,,فتاوی عالمگیری،، میں ہے ﴿ اَلصَّلاةُ حَاسِرًا رَأْسَهُ اِذَا کَانَ یَجِدُ الْعِمَامَةَ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِکَ تَکَاسُلاً اَوْ تَهَاوُنًا﴾ پگڑی کی موجودگی میں سستی اور کوتاہی سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ ,,فتاوی عالمگیری،، ج ا ص ۱۰۶) در مختار ج ا ص ۹۱)

سیدنا امام اعظم حضرت داود طائی نے فرمایا: میں بیس سال امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا میں نے خلوت وجلوت میں کبھی آپ کو ننگے سر نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص ۱۳۳)

حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ (نماز تو نماز) ویسے بھی لوگوں کے سامنے ننگے سر رہنا مکروہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین۔ ص ۱۸)

غیر مقلدین علماء کے نزدیک ننگے سر نماز کا حکم: غیر مقلدین کے نزدیک صرف چار سنتیں زیادہ اہم ہیں اس کے علاوہ کسی کی

پرواہ نہیں اونچی شلوار، رفع یدین، سینہ پر ہاتھ باندھنا اور اونچی آواز سے آمین کہنا۔ ان چار کو انہوں نے حق و باطل کا معیار بنالیا ہے اس پر لڑیں گے جھگڑیں گے بحث کریں گے اس کے برعکس نہ داڑھی کی پرواہ نہ لباس کی اور نہ سر ڈھانکنے کی فکر آپ ان سے سوال کریں کہ آپ رفع یدین کرتے ہیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ تو کہیں گے یہ سنت ہے۔ اچھا یہ سنت ہے تو بتائیں آپ آدھے اہل حدیث ہیں یا پورے؟ آپ اس سنت پر تو عمل پیرا ہیں جو نبی کریم ﷺ نے شروع میں کی پھر منع کر دیا (مسلم نسائی شریف) اس سنت کو ترک کرنے کی وجہ بتائیں جو آپ ﷺ نے آخر تک ترک نہیں کی یعنی سر ڈھانک کر نماز پڑھنا۔ اچھا یہ بتائیں آپ جو داڑھی منڈاتے ہیں یہ کس کی سنت ہے؟ سنت کے مطابق داڑھی رکھ کر پورے اہل حدیث کیوں نہیں بنتے یا پھر اس منسوخ سنت رفع یدین کو بھی چھوڑ دو یہ جو آپ نے پینٹ شرٹ پہن رکھی ہے یہ کس کی سنت ہے؟ آپ کو علم نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تہبند استعمال فرمایا ہے چلو تہبند نہیں تو کم از کم شلوار ہی پہن لو۔ یہ ایسی سنت ہے جس میں کسی کا اختلاف ہی نہیں۔ اختلافی سنت پر بڑا زور دیتے ہو لیکن جو اتفاقی سنت ہیں اس کو ترک کرنے کی وجہ بتاؤ چلو ہماری نہ مانو اپنے علماء کے فتاوی جات ہی پڑھ لو۔

فتاوی ثنائیہ کے محشی نے لکھا ہے: ہمیشہ ننگے سر نماز کا شعار بنانا ایجاد بندہ اور خلاف سنت (بدعت) ہے۔ (فتاوی ثنائیہ ج ا ص ۵۹۲)

محمد داود غزنوی نے لکھا:

رسم بد: (ننگے سر نماز) کو جو کہ پھیل رہی ہے بند کرنا چاہئے اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی اگر عاجزی کے خیال سے پڑھی تو یہ نصاری (عیسائیوں) کے ساتھ مشابہت ہے خشوع کی علامت نہیں اور جو سستی کی وجہ سے ایسا کرے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت (عادت) سے مشابہ ہوگا غرض ہر لحاظ سے یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے (فتاوی علمائے اہل حدیث ج 3 ص 291) ایسی عادت ننگے سر نماز عقل وفہم کے خلاف ہے بطور فیشن ولا پرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنالینا جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے ہمارے نزدیک صحیح نہیں نبی کریم ﷺ نے خود بھی یہ عمل نہیں کیا۔

(فتاوی علمائے اہل حدیث ج 3 ص 289-286-281)

ننگے سر نماز بدعت:

مولوی عبداللہ خطیب جامع مسجد ,,اہل حدیث،، ڈیرہ غازی خاں کا فتوی ہے کہ ,,بدن پر قیمتی کپڑے موجود ہیں۔ ہاتھ میں گھڑی بندھی ہے لیکن سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار کر نماز ادا کرنا من گھڑت مسئلہ ہے بلکہ بدعت ہے۔ نبی اکرم ﷺ یا کسی صحابی نے سر پر سے ٹوپی یا پگڑی اتار نماز ادا کی ہو کسی صحیح حدیث میں ہرگز نہیں،،۔ (رسالہ ضرب الفاس کا جواب ص ۲-۱۷)

(اور ساتھ ہی كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَ كل ضَلَالَةٍ فِي النار والی حدیث بھی ذہن میں رہے)

صحیفہ اہل حدیث،، کراچی یکم محرم ۱۳۷۱ھ ص ۲۹ پر یہ فتوی مذکور ہے کہ اللہ تعالی نے فرمایا: خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۳۱) اس آیت سے ثابت ہوا کہ ٹوپی یا عمامہ کے ساتھ نماز پڑھنی اولی وافضل ہے کیونکہ ٹوپی اور عمامہ باعث زینت ہے اور نمازی کو اچھی ہیئت میں کھڑا ہونا چاہئے،،

نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا

تحریر و تحقیق: ابواسامہ ظفر القادری بکھروی

☆بسم اللہ الرحمن الرحیم☆

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا مانگنا شرعا جائز ہے یا ناجائز، اور اگر جائز ہے تو جائز کی کون سی صورت ہے فرض ،واجب، سنت یا مستحب و مباح ہے ایک فیصل آباد کے مولوی (محمد اعظم ہاشمی جامعہ حنفیہ امداد ٹاؤن فیصل آباد) کا فتوی بھی بھیج رہا ہوں جس نے اپنے فتوی میں نماز جنازہ کے بعد دعا کو ناجائز قرار دیا ہے اگر دعا کرنا بعد نماز جنازہ ہے تو اس فتوی میں دیے گئے دلائل کا جواب بھی تفصیلاً عنایت فرمائیں، بینوا تو جروا"

(سائل: قاضی طاہر محمود ٹیکسلا) **الجواب.نحمدہٗ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم:**

حضور ﷺ کی شریعت مطہرہ کے اندر دعا مانگنے کا کوئی مخصوص وقت متعین نہیں کہ اس وقت دعا قبول ہوگی اور باقی وقت میں اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرمائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے [اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ] ترجمہ: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۶)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً دعا کرنے کا فرمایا، اور اہل علم سے مخفی نہیں [اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ] تاوقتیکہ دلیل سے مقید کیا جائے دعا بعد نماز جنازہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور وہ اس کو مستحب و مباح کا درجہ دیتے ہیں جیسا کہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ نے [بذل الجوائز] فتاوی رضویہ جلد ۹ میں لکھا

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے [اَکْثِرِ الدُّعَاءَ] دعا بکثرت کر:

(۱) اسے امام حاکم نے [المستدرک علی الصحیحین ۱/۱۱۷ رقم ۹۳۹] عن ابن عباس سے روایت کیا اور امام حاکم نے صحیح کہا

(۲) المعجم الکبیر ۱۰/۲۵ رقم ۱۱۷۴۰ (۳) تہذیب الآثار للطبری ۶/۲۴۳ رقم ۲۷۴۸

(۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ۱۱/۳۵ رقم ۱۷۳۷۴ (۵) کنز العمال ۲/۶۷ رقم ۳۲۰۸ (۶) صحیح جامع الصغیر ۱/۲۶۲ رقم ۲۰۷۸

(۷) الفردوس بمأ ثور الخطاب ۳۵۸۳۵ (۸) الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی جامع الصغیر ۱/۲۱۰ رقم ۲۲۸۲

(۹) تہذیب الآثار مسند ابن عباس ۱/۳۹۵ (۱۰) جامع الاحادیث ۴/۲۳۲ رقم ۴۴۷۴۳

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[اِذَا تَمَنّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیُکْثِرْ، فَاِنَّمَا یَسْاَلُ رَبَّہٗ عَزَّوَجَلَّ]

ترجمہ: جب تم میں کوئی دعا کرے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے

(۱) مجمع الزوائد ۱۰/۱۵۰ رقم ۱۷۲۲۰ رجالہ رجال الصحیح مطبوعہ مکتبہ القدسی قاہرہ

(۲)المعجم الاوسط للطبرانی ۲/ ۳۰۱رقم ۲۰۴۰مطبوعه قاهره

(۳)مسند عائشه لابی داؤد ۹۹/۱رقم۹۵ (۴)مصنف ابن ابی شیبة ۲۷۴/۱۰رقم۲۹۹۸۲

(۵)شرح السنة للبغوی ۲۰۸/۵رقم۱۳۰۳ (۶)غریب الاثر لابی عبید ابن سلام ۱۳/۲

(۷)کنز العمال ۷/۲رقم۳۱۷۶ (۸)العلل دارقطنی ۱۹۲/۱۳رقم۳۵۰۴

(۹)النهایه فی غریب الاثر ۸۰۴/۴ (۱۰)صحیح جامع الصغیر ۱۳۸/۱رقم۳۳۸

(۱۱)المنتخب من مسند عبد بن حمید ۳۴۳/۱رقم۱۴۹۶ (۱۲)جامع الاحادیث للسیوطی ۳۸۹/۲رقم۱۶۵۸

ان احادیث میں دعا کثرت سے مانگنے کا حکم واضح ہے اور کسی وقت کی کوئی قید نہیں، بلکہ رسول ﷺ نے دعا میں کمی کرنے سے منع فرمایا الفاظ یہ ہیں

[لَا تَعْجِزُوْا عَنِ الدُّعَاءِ] دعا میں کمی نہ کرو

(۱)کنز العمال ۶۱۲/۲رقم۴۸۸۳ (۲)فتح القدیر للشوکانی ۲۴۳/۱ (۳)الدر المنثور ۲۶۵/۲

(۴)تفسیر مظهری ۲۰۰/۱ (۵)المستدرک للحاکم ۶۷۱/۱رقم ۱۸۱۸ هذا حدیث صحیح الاسناد

(۶)صحیح ابن حبان ۱۵۱/۳رقم ۸۷۱ (۷)جامع العلوم و الحکم ۳۹۲/۱ (۸)جامع الأحادیث ۲۱۸/۱۲رقم۱۱۶۳۷

(۹)تاریخ أصبهان ۲۳۰/۱(۱۰)تحفة الداکرین للشوکانی ۳۳/۱ (۱۱)الترغیب والترهیب للالبانی ۳۱۵/۲رقم۲۵۲۳

(۱۲)مختصر تلخیص الذهبی ۳۷۳/۱رقم۱۱۹

لہٰذا دعا تو ہر وقت کی جاسکتی ہے چاہے نماز کے اندر ہو یا باہر شرع میں اس کی ممانعت موجود نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا جائز نہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

[فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ☆وَاِلٰی رَبِّکَ فَارْغَبْ]

ترجمہ۔ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو(پارہ۳۰سورۃ الم نشرح آیت ۷،۸)

اس آیت مقدسہ کی تفسیر صحابہ وتابعین نے یہ کی ہے کہ: کوئی بھی نماز ہو اس سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو دیکھئے

[جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری جلد۲۴ صفحہ۴۹۷، ۴۹۸ رقم ۳۷۸۸۸تا۳۷۸۹۶]

اب ذرا ملاحظہ فرمایئے کہ نبی ﷺ نے خاص نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم فرمایا جیسا کہ دیوبندی فتوی میں بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا مگر ساتھ ہی جو دوسری روایت تھی اس کو جوڑ دیا گیا جو کہ غلط ہے اس روایت میں نماز جنازہ کے اندر دعا کا فرمایا گیا ہماری والی روایت میں نماز جنازہ کے بعد اور یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نماز جنازہ کے اندر دعا والی زید بن اسلم سے مرسل روایت ہے، ہماری روایت یہ ہے

[عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ]

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا، کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو، تو اس کے لئے خالص دعا کرو

(۱)سنن ابو داؤد ۱۰۰/۲رقم۳۱۹۹ (۲)سنن ابن ماجه ص ۱۰۹رقم ۱۴۹۷

(۳) صحیح ابن حبان ۳۱/۷رقم۳۰۷۶، ۳۰۷۷

(۴)سنن الکبری للبیهقی ۴۰/۴ (۵)تفسیر قرطبی ۲۲۲/۸ (۶)شرح الطحاویة ۳۷۷/۱

(۷)تفسیر اللباب لابن عادل ۱/ ۲۶۵۹ (۸)معرفة السنن والآثار للبیهقی ۵/ ۳۰۳ رقم ۲۲۸۰

(۹)تحفة الأحوذی ۳/ ۸۴ (۱۰)شرح ابی داؤد للعینی ۶/ ۱۴۳

(۱۱)البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار فی شرح الکبیر ۵/ ۲۶۹

(۱۲)بلوغ المرام ۱/ ۲۰۵ رقم ۵۶۸ (۱۳)صحیح کنوز السنة النبویة ۱/ ۱۴۲

(۱۴)کنز العمال ۱۵/ ۵۸۳ رقم ۴۲۲۷۹

(۱۵)مشکوة المصابیح ۱/ ۳۷۷ رقم ۱۷۴ (۱۶)الشرح الکبیر لابن قدامة ۲/ ۳۴۷

(۱۷)المغنی فی فقه الامام احمد بن حنبل ۴/ ۴۳۰ (۱۸)نیل الأوطار ۴/ ۱۰۵

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے [سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ] کی تحقیق میں حسن کہا اور شعیب الأرناؤط نے [ابن حبان] کی تحقیق میں "اسنادہ قوی،، کہا دیوبندی مولوی اس حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں خلوص سے دعا کرو حالانکہ [فا] اور [فی] میں ابتدائی طالب علم بھی فرق سمجھتا ہے جبکہ دیوبندی مولوی [فا] کا معنی [فی] کرتا ہے اللہ تعالٰی عقل سلیم عطا فرمائے

اب دیکھئے خود نبی ﷺ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں [عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں (یہ روایت طویل ہے) مقام موتہ میں جب کفار سے صحابہ جنگ فرمارہے تھے تو حضور ﷺ نے صحابہ کو شہید ہوتے ملاحظہ فرمایا تو ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا مانگی اور صحابہ کرام کو دعائے بخشش کا حکم دیا الفاظ یہ ہیں

[وَصَلّٰی عَلَیْهِ وَدَعَا وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَه'] (۱) فتح القدیر لابن ہمام ۳/ ۳۶۸ (۲) عمدة القاری شرح بخاری ۸/ ۲۲ (۳) نصب الرایہ ۲/ ۲۸۴ (۴) شرح ابی داؤد للعینی ۶/ ۱۵۳ (۵) عون المعبود ۹/ ۲۰

دوسری حدیث ملاحظہ فرمایئے [حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی (اس کے بعد) جو دعا مانگی وہ میں نے یاد کرلی الفاظ یہ ہیں] "صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰی جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِه،،

(۱) صحیح مسلم ۳/ ۵۹ رقم ۲۲۷۶ (۲) صحیح ابن حبان ۷/ ۳۴۴ رقم ۳۰۷۵ (۳) مسند البزار ۱/ ۷/ ۲ رقم ۲۷۳۹ (۴) سنن الکبری للبیہقی ۴/ ۴۰ رقم ۷۲۱۶ (۵) معجم الکبیر للطبرانی ۱۲/ ۶۰ رقم ۳۵۰۷ (۶) شرح السنہ للبغوی ۵/ ۳۵۶ رقم ۱۳۹۵ (۷) مسند الشامین ۳/ ۱۸۲ رقم ۲۰۲۷ (۸) المنتقی لابن الجارود ۲/ ۹۱ رقم ۵۲۲ (۹) عمدة القاری شرح بخاری ۱۲/ ۴۵۴ (۱۰) شرح مسلم للنووی ۳/ ۳۸۳ (۱۱) تحفة الأحوذی ۳/ ۸۲ (۱۲) تلخیص الحبیر ۲/ ۲۸۸ رقم ۷۷۰ (۱۳) کنز العمال ۱۵/ ۵۸۷ رقم ۴۲۳۰۱ (۱۴) بلوغ المرام ۱/ ۲۰۴ (۱۵) ریاض الصالحین ۱/ ۳۷۴ (۱۶) مشکوة المصابیح ۱/ ۳۷۳ رقم ۱۶۵۵ (۱۷) البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۵/ ۳۲۲

امام نووی رحمہ اللہ [شرح مسلم] میں "فحفظت،، کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں [اَیْ عَلَّمَنِیْهِ بَعْدَ الصَّلٰوة فَحَفِظْتُه] ترجمہ: یعنی دعا نماز کے بعد سکھائی، پس انھوں نے اسے یاد کرلیا (شرح صحیح مسلم للنووی ۳/ ۳۸۳ طبع بیروت)

ان دونوں روایتوں میں حضور ﷺ کا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا واضح ہے پھر اس کے جواز میں شک کرنا کیسا؟

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا عمل بھی ملاحظہ فرمایئے:

حضرت مستظل بن حصین سے روایت ہے [أَنَّ عَلِیًّا صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ بَعْدَ مَا صُلِّیَ عَلَیْهَا] ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد دعا مانگی

(۱) سنن الکبری للبیہقی ۴/ ۴۵ رقم ۷۴۸۷ (۲) التمہید لابن عبد البر ۶/ ۲۷۵ (۳) کنز العمال ۱۵/ ۷۱۳ رقم ۴۲۸۴۱ (۴) جامع الأحادیث للسیوطی

۲۹/۴۶۱رقم۳۲۵۶۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے

[حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ مَشَى حَتَّى أَتَاهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ..........]

ترجمہ: حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن مکفف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر چلے میت کے پاس آئے اور کہا اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے...الخ

(مصنف ابن ابی شیبة ۳۳۱/۳ رقم ۱۱۸۳۱ اس کی سند صحیح ہے) ان دونوں روایتوں میں جنازہ کے بعد دعا کرنی واضح ہے

اسی طرح جنازہ کے بعد دعا کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے دیکھئے [مصنف عبدالرزاق ۵۱۹/۳ رقم ۶۵۴۵]

اس کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے بھی روایات ہیں دیکھئے

[سنن الکبریٰ بیھقی ۹۳۴، کنز العمال ۷۱۷/۱۵ رقم ۴۲۸۵۸، المبسوط للسرخسی ۶۷/۲، بدائع الصائع ۳۱۱/۱، طبقات الکبریٰ ۳۶۹/۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

[اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ وتعرَّضُوا لِنَفَحَاتِ رَحْمَةِ اللّٰهِ]

ترجمہ: ہر وقت، ہر گھڑی، عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو

(۱)شعب الایمان للبیھقی ۳۷۰/۲ رقم ۱۰۸۳ (۲)تفسیر ابن کثیر ۳۳۰/۴ (۳)التمھید لابن عبدالبر ۳۳۹/۵

(۴)الاستذکار ۴۶۴/۷ (۵)جامع الصغیر ۸۵/۱ (۶)الفتح الکبیر ۱۸۱/۱ (۷)الفردوس بماثور الخطاب ۷۹/۱ رقم ۲۴۱

(۸)جامع الاحادیث للسیوطی ۴۹۵/۴ رقم ۳۶۱۱۸ (۹) کنز العمال ۷۴/۲ رقم ۳۱۸۹ (۱۰) الأسماء والصفات للبیھقی ۳۲۹/۱

(۱۱)سلسلة الاحادیث الصحیحه للالبانی ۳۸۹/۴ رقم ۱۸۹۰

اب دیکھئے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کو دفن کرنا ہوتا ہے لیکن دفن سے پہلے اور جنازہ کے بعد دعا کرنے کا معمول سلف صالحین کا ہے یہی معمول رہا ہے یعنی اسی پر فتویٰ ہے ملاحظہ فرمایئے، کشف الغطاء میں ہے

[فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصة الفقہ . .] ترجمہ: میت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول رہا ہے ایسا ہی خلاصة الفقہ میں ہے۔

(کشف الغطاء صفحہ ۴۰ فصل ششم نماز جنازہ مطبوعہ دہلی)

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے دعا کے بارے میں ایک ضابطہ مقرر کیا لکھتے ہیں

[کیا معترض صاحب ہر دعا کے لئے نقل کو شرط کہیں گے] یعنی ہر دعا کے لئے علیحدہ ثبوت کی ضرورت نہیں (بوادر النوادر صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ لاہور) لہٰذا اس اصول کے تحت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں [بعد نماز عیدین کے دعا مانگنا، گو نبی ﷺ اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں مگر چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا] (بہشتی زیور حصہ نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۸۵)

اسی طرح [فتاویٰ دار العلوم دیو بند ۲۲۵/۵] میں ہے "عیدین کی نمازوں کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے ہمارے اکابر کا یہی معمول رہا ہے"

اس لئے ہم [اہل سنت والجماعت] کہتے ہیں کہ یہاں تو جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت بھی ہے تو پھر اس کو بدعت کہنا کیسا ہے؟

مفتی کفایت اللہ دہلوی جس کو دیوبندی مولوی نے چشتی لکھا جو سراسر جھوٹ ہے ان کی کتاب کا جو حوالہ دیا اس پر کہیں بھی چشتی نہیں لکھا وہ لکھتے ہیں

[اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا] (دلائل الخیرات فی ترک المنکرات مع خیر الصلات صفحہ ۳۳)

اب مولوی صاحب بتائیں کہ اس ہیت کے ساتھ دعا کرنا بعد نماز جنازہ ان کے نزدیک کس حدیث سے ثابت ہے

اسی طرح [فتاوی دار العلوم دیوبند ۵/۳۳۲ مطبوعہ ملتان] میں ہے

''سوال (۳۱۳۴) بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں کا ایصال ثواب کے لئے سورۃ فاتحہ ایک بار سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً ہے یا نہیں

الجواب:۔ اس میں کوئی حرج نہیں

ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں جنھیں دیوبندی مولوی صاحب نے چشتی لکھا اسی طرح تقی عثمانی خلیل احمد اور سارے دیوبندیوں کو چشتی لکھا جو کہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ جن کتب کا حوالہ ان میں کہیں بھی چشتی نہیں لکھا یہ صرف عوام اہل سنت والجماعت کو دھوکہ دینے کے لئے ہے [بعد نماز (جنازہ) کے اس طرح اسی جگہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں صفیں توڑ کر الگ ہٹ جائے پھر جتنا چاہے دعا کرے] (مخزن فضائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۹۱)

اسی طرح مولوی عزیز علی شاہ دیوبندی نے بھی لکھا [اپنے اپنے دل میں لوگ علیحدہ علیحدہ دعا مانگیں اس کا ہر وقت اختیار ہے] (تحقیق الدعا صفحہ ۶۳)

علامہ شمس الحق افغانی دیوبندی لکھتے ہیں [مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے دعا قبل کسر الصفوف (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے میرے نزدیک یہ درست ہے] (الکلام الموزون صفحہ ۹۱)

اسی طرح [خیر الفتاوی ۳/۲۲۴] میں ہے ''علیحدہ طور پر دعا و تلاوت جائز ہے،، یعنی جنازہ کے بعد

اب نئے دیوبندی علماء کا عمل بھی ملاحظہ ہو

(۱) مولوی فضل الرحمن صاحب نے ملک قاسم سیاسی لیڈر کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی دیکھئے [روزنامہ پاکستان لاہور ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء] کی اشاعت میں با تصویر طور پر موجود ہے کہ وہ ملک قسم کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگ رہے ہیں

(۲) جنرل ضیاء الحق کے جنازے میں شریک تمام دیوبندی علماء نے خصوصاً مولوی عبد المالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور اور مولوی عبد القادر آزاد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور نے ہاتھ لمبے کر کے دعا بعد نماز جنازہ کی دیکھئے اس وقت کے اخبارات اور ٹی وی کی کوریج

(۳) مولوی اکرم اعوان دیوبندی ''دعا نماز جنازہ کے بارے میں،، لکھتے ہیں

[کبھی مانگتے ہیں کبھی نہیں مانگتے ہیں جیسی صورت حال ہو گزارا کرتے ہیں اور اب تو میرے پاس فرصت نہیں ہوتی جنازوں میں جانے کے لئے بچے ہو آتے ہیں پتا نہیں مانگتے ہیں نہیں مانگتے وہ جانیں اور ان کا کام جانیں] (ماہنامہ المرشد لاہور نومبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۴۶)

(۴) متحدہ قومی موومنٹ کے مقتل رہنما ڈاکٹر عمران فاروق کی نماز جنازہ کے بعد مولانا اسعد تھانوی دیوبندی نے دعا کی دیکھئے اخبار روزنامہ [امت کراچی ۷ نومبر ۲۰۱۰ء بروز اتوار میں]

لہذا ان دلائل کی روشنی میں دیوبندی علماء کا [دعا بعد نماز جنازہ] کو بدعت کہنا دو وجہ سے صحیح نہیں

(۱) ایک تو یہ کہ ان کا ضابطہ بدعت صحیح نہیں ورنہ اسی ضابطے کے تحت جو اعمال ان کے آتے ہیں انھیں بھی [بدعت] کہیں

(۲) اگر بالفرض آپ کا ضابطہ مانا جائے تو پھر جب حضور ﷺ اور ان کے صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزرا تو اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں

اب ان فقہاء کی عبارات کا جواب دیا جاتا ہے جو اس فتوی میں نقل کی گئیں

(۱) و فی المحیط البرھانی: لایقوم الرجل با لدعاء بعد صلٰوۃ الجنازہ

(۲) و فی الفتاوی السراجیہ: اذا فرغ من الصلٰوۃ لا یقوم بالدعاء

(۳) و فی الفتاوی بزازیہ علی العالمگیریہ. لا یقوم بالدعاء بعد صلٰوۃ الجنازۃ لانہ دعا مرّۃ

(۴) و فی خلاصۃ الفتاوی: لا یقوم بالدعاء ......بعد صلٰوہ الجنازۃ

(۵) و فی البحر الرائق: لایدعو بعد التسلیم

اب ذرا غور فرمائیے کہ جب قرآن وسنت اور حضور ﷺ اور ان کے صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزرا تو فقہاء کیوں منع فرمانے لگے اگر منع کیا تو کیا شرط لگائی اور کیوں لگائی اللہ تعالی عقل سلیم عطا فرمائے تو بات فقہاء کی سمجھ آجاتی ہے پہلی چار عبارات میں بلفظ [قیام] کے ساتھ منع کیا گیا اب وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں جب فقہاء کے دلائل کو سمجھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا کے لئے ایسا قیام جو طویل ہو جس سے دفن میں تاخیر ہو تو یہ شرع مطہرہ کو پسند نہیں لہٰذا مختصر دعا سے اور مطلقا دعا سے فقہاء نے منع نہیں کیا ورنہ دیوبندی علما بھی فرداً فرداً اور مختصر دعا کے قائل ہیں جیسا کہ پیچھے گزرا لہٰذا اس کو اگر مطلق مانا جائے تو دیوبندیوں کے بھی خلاف ہے تو جو جواب ان کا ہوگا وہی ہمارا تسلیم کیا جائے اسی لئے ہم مختصر دعا کر کے میت کو دفن کے لئے لے جاتے ہیں جو جائز ہے

اب رہ گئی پانچویں عبارت تو البحر الرائق میں اسی عبارت میں آگے لکھا ہے [وعن الفضلی لا بأس بہ] یعنی اس میں کوئی حرج نہیں (البحر الرائق ۳۲۲/۵)

چنانچہ مولوی کفایت اللہ صاحب جن کو دیوبندی مولوی صاحب نے چشتی لکھا [خیر الصلوۃ رسالہ کے صفحہ نمبر ۲۳] پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے حوالے سے لکھا کہ "جو دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی سے نقل کی ہے جس میں [لا باس بہ] مذکور ہے وہ مشیر بجواز ہے، ہذا یہ عبارت جواز کے حق میں ہے اب صرف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت کا جواب رہ گیا جو کہ فتوی کے صفحہ نمبر ۲ پر ہے تو اس کا جواب یہ ہے اس عبارت میں ہے۔ [لا یدعو للمیت بعد الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی الصلوۃ الجنازۃ] یعنی نماز جنازہ کے بعد اس طرح دعا نہ کی جائے جو جنازہ میں زیادتی کا شبہ دے۔

صفوف کو توڑ کر دعا مانگنا اس شبہے کو زائل کر دیتا ہے لہٰذا جیسا کہ علماء دیوبند نے بھی یہی تطبیق دی ہے ورنہ کسی نے مطلقا دعا کو ناجائز نہیں لکھا ہذا دیوبندی مفتیوں کے فتاوی کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ قرآن وسنت نبی ﷺ کا قول و فعل صحابہ کا عمل اور فقہاء کا معمول بہا کہنا ثابت ہے تو ان علماء کا بدعت بدعت کی رٹ لگانا اور جھوٹے چشتی بننا اور فقہاء کی عبارات کو کتر بیونت کر کے پیش کرنا، سادہ عوام کو گمراہ کرنا ہے اور [پکی روٹی] جیسی کتاب کا حوالہ دینا، مولوی عبدالحی لکھنوی کا فیصلہ سنانا، یہ سب دیوبندی ہی تو ہیں اہل سنت والجماعت کے لئے یہ کیسے قبول ہو سکتا ہے لہٰذا نماز جنازہ کے بعد دعا کو واجب کہنا اور اس بناء پر اس کو بدعت کہنا یہ سب جھوٹ کے سوا کچھ نہیں اہل سنت والجماعت کا کوئی مستند عالم اس کو فرض ہو واجب نہیں کہتا بلکہ مستحب و مباح کہتا ہے جو الحمد للہ ثابت ہے اللہ تعالی حق کو واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

﴿ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ﴾

((خادم العلماء اہل السنۃ والجماعۃ ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی خطیب مرکزی جامع مسجد [الفاروق] ۳۰ ایف واہ کینٹ مورخہ ۲۵ مئی ۲۰۱۲ء))

مسائل دینیہ

......﴿محقق دوراں جناب مفتی علامہ محمد نصر اللہ مدنی آسوی حسینی﴾......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیمہ کمپنی میں ملازمت اختیار کرنا:

س حافظ صاحب میں ہلال کنگ فوڈ کمپنی میں مارکیٹنگ کی جاب کرتا ہوں میرا دوست مجھ سے کہہ رہا تھا کہ اسٹیٹ لائف میں بیمہ پالیسی بنانے کا کام بھی کروں آپ رہنمائی فرمائیں کہ اسلام کی رو سے اس کی ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں جواب الحقیقہ میں شائع فرمائیں تاکہ دوسروں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ (شہزاد عطاری شاہدرہ لاہور)

ج بیمہ کمپنی میں ملازمت جائز نہیں بنک کی طرح یہ بھی سودی کاروبار کرتی ہے حدیث پاک میں سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کاغذ کی گواہی دینے والے پر لعنت آئی ہے۔ لہذا بنک یا بیمہ کمپنی کے جو ملازم سود کا حساب و کتاب لکھتے ہیں یا سود طے کرتے ہیں ان کی ملازمت ناجائز ہے اور تنخواہ لینا بھی ناجائز اور جن ملازمین کو سود نہیں لکھنا پڑھتا (کسی طرح سودی معاملے میں ملوث نہیں ہونا پڑتا) مثلاً دربان (چوکیدار) پیون ڈرائیور وغیرہ تو ان کی ملازمت بھی جائز اور تنخواہ بھی جائز۔ لیکن بیمہ کمپنی میں ملازمت گناہ پر تعاون ہے جو ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو﴾ (سورہ المائدہ:۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔ (مسلم حدیث 1598 مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا حدیث 2807)

بیمہ کمپنی والوں نے مختلف کتابوں کی فوٹو کاپیاں لیکر ایک کتاب تیار کر رکھی ہے جس میں مختلف علماء کرام کے فتاوی جات ہیں اپنے ہر گاہک کو وہی دکھاتے ہیں تو اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ دھوکہ دہی پر مشتمل ہے وہ کتاب میرے پاس بھی پہنچی تو میں نے علامہ غلام رسول سعیدی صاحب کا دیا ہوا حوالہ ان کی اصل کتاب ,,شرح مسلم،، میں چیک کیا تو میں حیران رہ گیا کہ بڑی مکاری اور چالاکی سے آپ کا آدھا مقالہ نقل کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ آپ کے نزدیک مروجہ بیمہ جائز ہے آپ خود بھی میری بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ بیمہ والوں کی وہ فوٹو کاپی سامنے رکھیں اور شرح مسلم کی جلد ۵ ص 846 تا 876 کا مطالعہ کر دیں حقیقت واضح ہو جائے گی انہوں نے صاف لکھا ہے کہ ہم نے بیمہ کے جواز پر جو دلائل دیئے ہیں وہ بیمہ کی اصولی بحث کے متعلق ہیں باقی رہا بیمہ کمپنیوں کا موجودہ نظام سو وہ متعدد وجوہ سے ناجائز اور فاسد ہے جیسا کہ ہم نے تفصیل سے بیان کیا ہے اور اس کی اصلاح کے لئے تجاویز پیش کی ہیں۔ علامہ صاحب کو خود اس بات کا نوٹس لینا چاہئے کہ ان کی حیات میں ہی ان کے نام سے دھوکہ دیا جا رہا ہے وہ اس بات کا سد باب کریں کراچی میں الحقیقہ پڑھنے والے حضرات بالخصوص بھائی جاوید صاحب سے التماس ہے کہ وہ شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ کراچی ۳۸ علامہ غلام رسول صاحب سے ملاقات کر کے یا بذریعہ فون انہیں اس فراڈ کی اطلاع دیں یا الحقیقہ ان کی خدمت میں پیش کریں اللہ آپ کو اجر عطا

فرمائے گا۔

بیمہ کے موجودہ نظام کے شرعی مفاسد: علامہ سعیدی صاحب نے صاف لکھا ہے۔ بیمہ کا موجودہ نظام اور طریق کار متعدد وجوہ سے اسلامی احکام کے خلاف ہے، اس لئے احکام شریعت کے مطابق اس نظام کی تطہیر اور اصلاح کی ضرورت ہے

(۱) بیمہ کمپنی اپنے جمع شدہ سرمایہ کو گردش میں رکھنے کے لئے دوسرے صنعتی اور تجارتی اداروں کو سود پر قرض فراہم کرتی ہے اور سود قطعی حرام ہے۔

(۲) بیمہ کرانے والے کو اگر قرض لینا ہو تو بیمہ کمپنی اس کو بھی سود پر قرض دیتی ہے۔

(۳) بیمہ کرانے والا اگر دو یا تین قسطیں دینے کے بعد باقی اقساط ادا نہ کرے تو اس کی رقم اس کو واپس نہیں دی جاتی اور یہ ظلم اور ناجائز عمل ہے۔

(۴) بیمہ کمپنی مدت پوری ہونے کے بعد بیمہ کرانے والے کو اس کی اصل رقم مع سود کے لوٹاتی ہے، اور سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔

(۵) مدت پوری ہونے سے پہلے اگر کوئی شخص طبعی موت مرجائے یا کسی حادثہ میں ہلاک ہو جائے تو اس کو پہلی صورت میں پوری مدت کی رقم اور دوسری صورت میں دگنی رقم دی جاتی ہے، اب اس کو جمع شدہ اقساط سے زائد رقم جو دی جاتی ہے اس کو اگر شرط لازم قرار دیا جائے (جیسا کہ عملاً اسی طرح ہے) تو یہ عقد صحیح نہیں ہے اور اگر اس کو تبرع اور احسان قرار دیا جائے تو یہ واقع کے خلاف ہے۔

(۶) زندگی کا بیمہ کرانے والا اپنے کسی وارث کے نام بیمہ کی رقم نامزد کرتا ہے اور وہ رقم مرنے کے بعد اس وارث کو ملتی ہے اور یہ نامزدگی وصیت ہے اور اسلام میں وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں وارث کے حصے مقرر کر دیئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وارث کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔ (دار قطنی مشکوۃ حدیث 3074) شرح مسلم کی جلد ۵ ص 865

اسی طرح اعلیٰ حضرت کے نام سے بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے

بیمہ کے متعلق اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زندگی کا بیمہ کرنا شرعاً جائز ہے یا حرام، بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے کسی کمپنی وغیرہ کو اس سے تعلق نہیں۔

الجواب: جب یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو رہا ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے کوئی حرج نہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب اس کے ذمہ کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ عائد ہوتی ہو۔ (احکام شریعت حصہ دوم مسئلہ نمبر ۹۰)

امام اہل سنت نے تین شرطوں کے ساتھ بیمہ کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ بیمہ گورنمنٹ کی جانب سے ہو کسی کمپنی کی جانب سے نہ ہو (۲) اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہ ہو اگر ایسا ہو تو ناجائز ہے اگرچہ گورنمنٹ ہی بیمہ کرنے والی ہو (۳) کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی نہ ہو۔ مروجہ بیمہ میں یہ تینوں شرائط مفقود ہیں لہذا آپ کے فتوی کے مطابق بیمہ ناجائز۔ بیمہ کے شرعی مفاسد پہلے ذکر کر دیئے ہیں ان کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔

دوسری جگہ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: یہ صورت قمار (جوئے) کی ہے اور میعاد عمر دہ رکھی ہے جس میں غالب حیات ہے اور کافر کے ساتھ ایسا معاملہ جس میں غالب پہلو اپنے نقصان کا ہو جائز نہیں۔ (فتاوی رضویہ ج ۱۱ ص ۵۰-۵۱)

بیمہ کے متعلق مکمل وضاحت الحقیقہ 2011 کے شمارہ اگست کے ص ۲۷ پر کر دی گئی ہے وہاں ایک بار پھر دیکھ لیں۔

بھائی شہزاد صاحب! آپ ماشاء اللہ متقی پرہیزگار اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور ایک ولی کامل کے ساتھ آپ کی نسبت ہے لہذا آپ

صبر کریں اللہ آپ کے لئے کوئی اس سے بہتر راستہ نکال دے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے راستہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (سورۃ الطلاق ۲-۳ پارہ ۲۸) اور مشکوک کاموں کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے ایک دائمی اصول عطا فرمایا: اسے چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈالے ادھر رجوع کرو جس میں شک نہ ہو۔ (ترمذی مشکوۃ کتاب البیوع باب الکسب وطلب الحلال حدیث 2773) آپ استغفر اللہ کا ورد رکھیں انشاء اللہ کوئی بہتر روگار نکل جائے گا۔

تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا کیا حکم:

سلام حافظ صاحب میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ تبدیل بیعت اور تجدید بیعت کا کیا حکم ہے میں نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہوں اور اب قادری سلسلہ میں بیعت ہونا چاہتی ہوں اس مسئلہ میں وضاحت فرمادیں۔ طاہرہ جنڈ اٹک

میری اسلامی بہن اس کے متعلق ہمارے امام نے بڑی اچھی رہنمائی فرمائی ہے۔

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں: تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید بیعت جائز بلکہ مستحب ہے۔ مثلاً کوئی شخص سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت نہ ہوا ہو، وہ اپنے شیخ سے انحراف کیے بغیر اس سلسلہ عالیہ میں بیعت کرے تو یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کیونکہ جمیع سلاسل اسی سلسلہ عالیہ کی طرف راجع ہیں۔ (الملفوظ ج ۱ ص ۱۴)

ایک اور مقام پر امام احمد رضا قادری تجدید بیعت کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: خود حضور اقدس ﷺ نے ابن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی جہاد کو جا رہے تھے پہلی بار فرمایا تو سلمہ نے بیعت کی تھوڑی دیر بعد فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے، عرض کی حضور ابھی کر چکا ہوں! فرمایا پھر بھی، انہوں نے پھر بیعت کی، آخر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے پھر ارشاد ہوا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے، عرض کی یا رسول اللہ میں دوبارہ بیعت کر چکا ہوں! فرمایا پھر بھی، غرض ایک مجلس میں آپ نے حضرت سلمہ سے تین بار بیعت لی۔ (الملفوظ ج2 ص57-56)

اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک استاد سے نسبت تلمذ توڑے بغیر کوئی شخص دوسرے استاد سے بھی سبق پڑھے۔ تو میرے خیال میں یہ ایک اچھا ارادہ ہے اس میں کوئی حرج نہیں لیکن کسی پیر کامل کی بیعت کرنا جس میں مرشد کی تمام شرائط پائی جائیں۔

کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے:

س سلام حافظ صاحب کیا ہر شخص پر بیعت ہونا فرض یا ضروری ہے اور مرشد کامل کی شرائط بھی بیان کر دیں؟ (صنم اختر کھانہ ضلع نارووال)

ج شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں لکھا ہے ،، میں نے بہت سے مشائخ سے سنا ہے کہ جس نے کسی فلاح پانے والے کی زیارت نہیں کی وہ فلاح نہیں پائے گا،، نیز لکھا ہے کہ سیدنا بایزید بسطامی نے فرمایا، جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ ان عبارات سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان کے لئے کسی پیر کی بیعت کرنا نہایت ضروری ہے۔ امام احمد رضا قادری اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں: فلاح دو قسم کی ہے فلاح ظاہر اور فلاح باطن۔

فلاح ظاہر یہ ہے کہ قلب اور بدن دونوں پر جس قدر احکام الہیہ ہیں سب کو بجا لائے نہ کسی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کرے، اسی طرح قلب میں کسی سے کینہ اور بغض نہ رکھے، بدگمانی نہ کرے، بخل نہ کرے، غفلت اور سنگدلی نہ کرے اس کو فلاح ظاہر اس لئے

کہتے ہیں کہ اس میں جو کچھ کرنا یا کرتا ہے اس کے احکام شریعت میں ظاہر اور واضح ہو چکے ہیں۔ (فرض کا ترک اور حرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب گناہ صغیرہ ہے نیز کسی گناہ کو معمولی سمجھ کر بے خوفی سے کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے۔ جس گناہ کی دنیا میں کوئی سزا ہو یا اس پر آخرت میں دعید شدید ہو یا اس گناہ پر لعنت یا غضب ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کے ماسوا گناہ صغیرہ ہے۔ (تفسیر تبیان القرآن ج ۲ ص 647) نیز گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ استغفار کرنے سے گناہ کبیرہ بھی معاف ہو جاتا ہے۔)

امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں: فلاح باطن یہ ہے کہ قلب اور بدن برے کاموں سے خالی ہو اور نیک کاموں سے مزین ہو اس کے بعد دل کو شرک خفی (ریا کاری دکھاوے) سے پاک کیا جائے حتی کہ لا مقصود الا اللہ، لا مشھود الا اللہ اور پھر لا موجود الا اللہ سے متصف ہو جائے یعنی اولا دل ارادہ غیر سے خالی ہو پھر نظر غیر پر نہ ہو پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے باقی ہے باقی سب ظل اور سایہ ہے، بہر حال فلاح کے لئے مرشد ضروری ہے خواہ فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن! (یاد رہے کہ ,, مُرْشِدْ ،، شین کے زیر کے ساتھ پڑھنا ہے لوگ اور اکثر نعت خوان مُرْشَدْ پڑھتے ہیں جو غلط ہے جس کا مطلب ہے مرید میر امُرْشَد یعنی میرا مرید)

مُرْشِدْ کی قسمیں: امام احمد رضا قادری فرماتے ہیں: مُرْشِدْ کی بھی دو قسمیں ہیں ایک مُرْشِدْ عام اور ایک مُرْشِدْ خاص۔ مرشد عام کلام اللہ، کلام رسول، کلام ائمہ شریعت و طریقت اور کلام علمائے دین ہے۔ عوام کا رہنما کلام علماء، علماء کا رہنما، کلام ائمہ شریعت و طریقت ائمہ کا مرشد کلام رسول اور رسول اللہ کا ہادی کلام اللہ۔ فلاح ظاہر ہو یا باطن وہ اس مرشد عام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور جو اس مرشد عام کو نہ مانے وہ کافر یا گمراہ ہے اور اس کی عبادت ضائع و مردود ہے۔ مُرْشِدْ خاص یہ ہے کہ مسلمان کسی عالم سنی صحیح العقیدہ صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے دے۔ (فتاوی افریقہ ص 148-138)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص قرآن و سنت، ائمہ مجتہدین اور علمائے کرام کے فتاوی کو مانتا ہو اور ان کے احکام کے مطابق عمل کرتا ہو وہ بے مرشد نہیں اور اس کے لئے کسی خاص شخص کے ہاتھ پر بیعت کرنا فرض یا ضروری نہیں ہے البتہ کسی مرد صالح کے ہاتھ پر بیعت کر کے تائب ہونا اور کسی سلسلہ طریقت میں منسلک ہو جانا مستحسن ہے اور دنیا اور آخرت کی بہت سی سعادتوں کے حصول کا سبب ہے۔

شیخ طریقت کی شرائط: مُرْشِدْ کے لئے چار شرائط ہیں: ،جس میں یہ چار شرائط نہ ہوں اس کی بیعت کرنا جائز نہیں آج کل لوگ جاہل اور بدعقیدہ لوگوں کی بیعت کر کے اپنا عقیدہ و ایمان خراب کر رہے ہیں ایسے لوگوں کی بیعت منعقد ہی نہیں ہوتی۔ اور بیعت کرتے وقت علماء سے مشورہ کرنا بہت ضروری ہے اسی طرح کسی سے رشتہ کرتے وقت یا رشتہ توڑتے وقت یعنی طلاق دینے سے پہلے علماء سے مشورہ کریں تو زندگی اور ایمان برباد ہونے سے بچ جائیں گے۔

(۱) شرط اول: مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ صحیح ہو یعنی اہل سنت و جماعت ہو۔ (۲) عالم ہو جاہل پیر نہیں ہو سکتا۔ عقائد کے دلائل اور تمام احکام شرعیہ کا عالم ہو، حتی کہ ہر پیش آمدہ مسئلہ کا حل بیان کر سکتا ہو بغیر کسی کی امداد کے۔ (۳) علم کے مطابق عمل کرتا ہو، فرائض واجبات اور سنن اور مستحبات پر دائمی عمل کرتا ہو اور تمام محرمات اور مکروہات سے بچتا ہو۔ (آج کل بے نمازی اور داڑھی منڈانے والے ڈھول بجانے والے پیری مریدی کر رہے ہیں۔ اور عورتوں سے مصافحہ کرتے اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں ان سے اپنا ایمان بچاؤ ان کو ذلیل کر کے گاؤں سے نکالنا ضروری ہے۔)

(۴) رسول اللہ ﷺ تک اس کا سلسلہ متصل ہو یعنی اس کے مشائخ کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو۔ یہ چار شرطیں ضروری ہیں ان کے علاوہ اگر اس کو سند خلافت حاصل ہو اور بیعت کرنے کی اجازت ہو تو بہتر ہے۔ یہ شرائط امام احمد رضا قادری نے فتاوی افریقیہ 147-146 اور الملفوظ میں بیان کی ہیں۔)

بیعت کی قسمیں: ارباب سلوک نے بیان کیا ہے کہ بیعت کی دو قسمیں ہیں: بیعت ارادت اور بیعت برکت۔ بیعت برکت یہ ہے کہ برکت حاصل کرنے کے لئے کسی سلسلہ میں بیعت کر لی جائے، آج کل عام طور پر یہی بیعت کی جاتی ہے، اس بیعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایسے شخص سے بیعت کی جائے جو مذکور الصدر چار شرائط کے ساتھ متصف ہو یہ بیعت بھی دنیا اور آخرت میں نہایت مفید ہے حدیث شریف میں ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا (مسلم) وہ اپنا نام لینے والوں کو اپنا بنا لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔ سیدی ابوالحسن نورالدین ''بہجۃ الاسرار'' میں لکھتے ہیں: حضور غوث پاک سے عرض کیا گیا کہ جس شخص نے آپ سے بیعت نہ کی ہو، مگر وہ آپ کا نام لیوا ہو کیا اس کا حضور کے مریدین میں شمار ہوگا؟ فرمایا: ,,جو شخص اپنی نسبت مری طرف کرے اور پنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے، اللہ تعالی اس کو قبول کرلے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راستہ پر ہوا تو اس کو توبہ کی توفیق دے گا اور وہ میرے مریدوں میں شامل ہے اور بے شک میرے رب نے مجھ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ میرے مریدوں اور میرے ہم مذہبوں اور میرے چاہنے والوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔،، اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے سو آدمیوں کو قتل کیا اور پھر اللہ والوں کی تلاش میں نکلا اور راستہ میں اس کو موت آ گئی تو اللہ تعالی نے اس کو بخش دیا (بخاری 3471 مسلم 2766 مشکوۃ کتاب الدعوات 2327) اور صرف اللہ کے نیک بندوں کے پاس جا کر عبادت کرنے کا ارادہ تھا اور ان نیک بندوں کی برکت تھی کہ ابھی وہاں گیا نہیں، ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی، توبہ نہیں کی، صرف ان کے پاس جانے کی نیت کی وجہ سے بخشا گیا۔ معلوم ہوا اللہ والوں سے پیار رکھنا چاہئے چاہے وہ دور ہی کیوں نہ ہوں اور ان سے ملاقات کی تمنا رکھنا بھی باعث برکت اور ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو آدمی اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان میں سے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں ہو تو اللہ قیامت کے دن ان کو جمع فرما دے گا اور فرمائے گا یہ ہے وہ جس سے تو میری وجہ سے محبت کرتا تھا۔ (مشکوۃ کتاب الادب بالحب فی اللہ حدیث 5024)

بیعت ارادت: بیعت ارادت یہ ہے کہ مرید اپنے ارادہ اور اختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو شیخ کامل ہادی برحق اور واصل بحق کے ہاتھ میں بالکلیہ سپرد کردے اور راہ سلوک میں اس کو مطلقاً اپنا حاکم مالک اور متصرف سمجھے، راہ سلوک میں کوئی قدم اس کی مرضی کے بغیر نہ رکھے، اس کی کسی بات پر دل میں اعتراض نہ کرے (خیال رہے کہ یہ شیخ کامل کے لئے ہے جو متبع شریعت ہو، وہ پیشہ ور پیر جو خلاف شرع کام کرتے ہوں، اس حکم میں داخل نہیں) راہ سلوک میں ہر مشکل اور دشواری اس پر پیش کرے اور اس کے ساتھ اس طرح رہے جیسے مردہ بدست زندہ ہوتا ہے، یہ بیعت سالکین ہے اور مشائخ مرشدین کا یہی مقصود ہے یہی بیعت اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے رسول اللہ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام سے یہی بیعت لی ہے۔ جو شخص پیر ہونے کا دعوی کرے اور حرام کام کرے یا فرائض کو ترک کرے اس سے بیعت توڑ دینی واجب ہے۔ سیدی عبدالوہاب شعرانی الیواقیت والجواہر میں لکھتے ہیں: کسی نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی سے پوچھا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو چکے ہیں یعنی اب ہم پر شریعت کی اتباع لازم نہیں حضرت جنید بغدادی نے فرمایا: انہوں نے سچ کہا وہ واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم میں واصل ہوئے ہیں، چور

اورزانی ایسے عقیدہ والوں سے بہتر ہیں۔(فتاوی افریقیہ ص160-150 شرح مسلم جلد ۴ ص872-869)

سود پر غضب الٰہی: بعض لوگ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ ملازمین کی طرف سے ایڈوانس سیلری لینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ اس طریقے سے سود ثابت نہیں ہوتا کہ یہ باہمی معاہدہ کے تحت کیا جاتا ہے لہذا سود نہیں سود اس وقت ہوتا ہے جب کسی غریب سے زیادہ پیسے لئے جائیں جبکہ ملازمین غریب نہیں ہوتے بلکہ اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لئے اپنی رضامندی سے زیادہ رقم دیتے ہیں۔ واپسی کے وقت بنک ان سے ۹ فیصد اضافی رقم وصول کرتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ کامل رہنمائی فرمادیں کہ یہ سود ہے کہ نہیں؟ (سائل وطالب دعا حافظ محمد اشفاق آسوی ناروواں شیران اسلام پاکستان متعلم M.phil اسلامیات پنجاب یونیورسٹی لاہور)

ج جناب بھائی حافظ محمد اشفاق آسوی صاحب! صرف یہی نہیں بلکہ معیشت کے بعض جدید مفکرین کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں ﴿الربوا﴾ اس سود کو کہا گیا ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔کوئی غریب شخص شادی یا بیماری یا کفن دفن کسی نجی ضرورت میں کسی مہاجن سے قرض لیتا تھا اور کسی مصیبت زدہ شخص کی مدد کرنے کے بجائے اس سے قرض پر سود لینا بے شک ظلم اور سنگ دلی ہے اسی وجہ سے قرآن نے سود کو حرام کیا ہے لیکن آج کل کا مروجہ سود اس سے بالکل مختلف ہے آج کل بینکوں سے غریب اور مصیبت زدہ شخص قرض نہیں لیتے بلکہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعتکار قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ یا انیس فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کما لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بینک سے قرض لے کر ایک کارخانہ لگاتے ہیں اور اس کارخانے سے پھر دوسرا اور تیسرا کارخانہ لگ جاتا ہے۔ اس طرح تاجروں کی تجارت میں اضافہ ہوجاتا ہے اس لئے اگر بینک کو وہ چودہ یا انیس فیصد سود ادا کرتے ہیں تو ان پر یہ کوئی بوجھ نہیں ہے اور بینک میں روپیہ عام لوگوں کا جمع کیا ہوا ہوتا ہے اس لئے اگر بینک عام لوگوں کو سات آٹھ فیصد سود ادا کرے تو بینک پر کوئی بوجھ نہیں ہے۔ سرمایہ دار اور بینک دونوں خوشی سے سود ادا کرتے ہیں کسی پر ظلم نہیں ہے اور چونکہ بینکوں میں عموماً غریب اور متوسط لوگ اپنی فاضل بچت کی رقمیں جمع کراتے ہیں تو سود کے ذریعہ ان کو سات فیصد سالانہ فائدہ پہنچتا ہے۔ غرضکہ زمانہ جاہلیت کا ربا غریبوں سے سود لیتا تھا اور اس زمانہ کی ترقیاتی سکیم بینکوں کے ذریعہ غریبوں کو سود دیتی ہے۔ وہ ربا غریبوں پر ظلم تھا اور یہ غریبوں کی خوشحالی اور مال کی ترقی کا سبب ہے اس لئے شخصی اور نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ناجائز ہونا چاہئے اور تجارتی قرضوں پر بینک کا سود جائز ہونا چاہئے۔ (معاذ اللہ) خدا جب دین لیتا ہے تو حماقت آہی جاتی ہے دولت کے بچاریوں اور عقل کے اندھوں نے غریبوں کا خون چوسنے کے لئے کیسا پرفریب جال تیار کیا جو ابھی ٹوٹنے والا اور ان کے مکر وفریب کا پردہ ابھی چاک ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے سود کی حرمت اور پھر اس کا جواب دوں گا۔ (انشاء اللہ عزوجل)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔ (بقرہ 275)

قرآن کریم نے جس شدت کے ساتھ سود لینے پر وعید کا ذکر کیا ہے وہ کسی اور معصیت کے ارتکاب پر نہیں ملتا ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو اگر تم سچے مسلمان ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو﴾ (سورہ البقرہ:279-278)

یہ ایسی سخت وعید ہے جو کسی بے دین مشرک ہی کو دی جا سکتی ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: جس کے پاس اس کے رب کی طرف سے نصیحت

پہنچ گئی اور وہ سودی کاروبار سے رک گیا تو اس کے گذشتہ معاملات معاف ہوں گے اور اس کا حساب اللہ کی طرف مفوض ہے اور جس نے دوبارہ سودی کاروبار کیا وہ جہنمیوں میں سے ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔(البقرہ:275)

اس آیت کا تعلق اس دور سے ہے جب احکام بتدریج نازل ہو رہے تھے اس صورت میں پچھلا سود معاف ہونے کا حکم نازل ہوا تھا۔اب یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص سودی کاروبار چھوڑ دے تو اس کا پچھلا گناہ معاف ہو جائے، ایسے شخص پر توبہ لازم ہے اور توبہ کے بعد اللہ کی مرضی ہے توبہ قبول کرے یا نہ۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو شخص توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرماتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں معراج کی رات اس قوم کے پاس پہنچا جن کے پیٹ کوٹھریوں کی طرح تھے جن میں سانپ تھے جو پیٹ کے باہر سے دیکھے جا رہے تھے ہم نے کہا اے جبریل یہ کون ہیں انہوں نے عرض کیا یہ سود خور ہیں۔(ابن ماجہ 2273 مشکوۃ کتاب البیوع باب الربا حدیث 2828۔) مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ اگر چہ سود دینا بھی حرام اور جرم ہے، مگر سود لینا زیادہ سخت حرام ہے کہ حضور ﷺ نے سود خور کا یہ حال ملاحظہ فرمایا سود خور گنہگار بھی ظالم بھی، سود دینے والا گنہگار ہے مگر ظالم نہیں بلکہ مظلوم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا یہ سب برابر ہیں۔(مسلم حدیث 1598 مشکوۃ کتاب البیوع باب الربا حدیث 2807) سو سودی کاروبار پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو اس قدر سخت وعیدوں کا ذکر کیا ہے غالباً اس کا سبب یہ ہے کہ ملک میں کرنسی کی گردش رک جاتی ہے اور سود کی لعنت کی وجہ سے تمام ملک کی دولت سمٹ کر چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جاتی ہے۔ ملک کے عوام معمولی سے سود کے لالچ میں اپنی ضروریات روک کر جو بچت بینک میں حفاظت کی خاطر رکھواتے ہیں، بنک اسی رقم کو صنعت کاروں اور تاجروں کو زیادہ شرح سود پر قرض دیتا ہے اور پھر یہ تاجر اور صنعت کار اس سود کو اپنی مصنوعات اور تجارتی اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں گرانی بڑھ جاتی ہے اور عوام اپنے ہی سرمایہ سے بنائی ہوئی اشیاء کو مہنگے داموں خرید کر افلاس کے گہرے گڑھے میں گرتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح لاشعوری طور پر عوام اپنی رگ جان سے خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنا خون نکال کر سرمایہ داری کو پروان چڑھاتے ہیں اور یوں سرمایہ داری نظام فروغ پاتا ہے ایک طبقہ امیر تر اور دوسرا طبقہ غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ غربت کا یہ مواد پک کر ایک پھوڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے تو اس سے اشتراکیت پھوٹ پڑتی ہے۔ چنانچہ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سود کی کثرت کا بالآخر انجام سرمایہ کی قلت کی صورت میں ظاہر ہو گا۔(ابن ماجہ 2279 مشکوۃ کتاب البیوع باب الربا حدیث 2827۔) مفتی احمد یار خاں صاحب لکھتے ہیں، یہ فرمان مسلمان کے لئے ہے کہ سود کا انجام قلت و ذلت ہے اس کا بہت تجربہ ہے فقیر نے بڑے بڑے سود خور آخر برباد بلکہ ذلیل و خوار ہوتے دیکھے، بعض جلد اور بعض دیر سے، سود کا پیسہ اصل مال بھی لینے و برباد کرنے آتا ہے، اگر کفار کو پھل جائے تو پھل سکتا ہے ہر ایک کی غذا مختلف ہے۔(مراۃ)

یہ تو انفرادی اور شخصی طور پر سود کی تباہ کاری ہے اب قومی اور اجتماعی طور پر سود کی تباہ کاری ملاحظہ فرمائیں۔ اس وقت ہمارا ملک کتنے ارب ڈالر کا مقروض ہے یہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں اور ملک کے بجٹ کا کافی حصہ غیر ملکی سود کی رقم ادا کرنے میں صرف ہو جاتا ہے اور اصل رقم سود در سود کی شکل میں بڑھتی رہتی ہے۔ پھر حکومت کو اپنے اخراجات پورے کرنے کے لئے عوام اور صارفین پر ٹیکسوں کی بھرمار کرنی پڑتی ہے۔ جس کا نتیجہ اشیاء

صرف کی قیمتوں میں دن بدن گرانی اور مہنگائی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور ملک کے عوام کی قوت خرید کم سے کم تر ہوتی چلی جاتی ہے، جس کا انجام سوائے سرمایہ کی قلت اور غربت میں اضافہ کے سوا کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم حیلے بہانے سے سود لینا شروع کر دو گے اور زراعت میں مستغرق ہو کر جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے نجات کی اس کے سوا اور کوئی شکل نہیں ہوگی کہ تم اس نظام کی طرف لوٹ آؤ جو اللہ نے بنایا ہے۔ (ابوداود کتاب البیوع باب فی النہی عن العینہ حدیث 3003 مطبوعہ ضیاء القرآن)

غور فرمایئے! جب حیلہ جوئی سے سود لینے پر حضور ﷺ نے ذلت کی وعید سنائی ہے تو جب ہم علی الاعلان سود کا لین دین کریں گے تو پھر کیوں نہ قہر خداوندی اور ذلت و رسوائی کے مستحق ہوں گے؟ غور کیجئے کہ آج جو مسلمان قوم تمام دنیا میں خوار و زبوں حال ہو رہی ہے اور صنعت و حرفت، اقتصادیات اور اپنی سرحدوں کے تحفظ اور سائنسی ترقی میں تمام قوموں سے پیچھے ہے اور بڑی طاقتوں کے رحم و کرم پر سسک سسک کر جی رہی ہے اور تمام دنیا میں سب سے پیچھے ہے، کیا اس کی وجہ یہ تو نہیں کہ ہم اعلانیہ سودی کاروبار کرتے ہیں اور اس طرح گویا ہم نے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف حکماً اور عملاً اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔

سوال کا جواب: یہ ہے کہ قرآن پاک نے مطلقاً سود کو حرام کیا ہے، خواہ نجی ضروریات کے قرضوں پر سود ہو یا تجارتی قرضوں پر سود ہو خواہ اس سود سے غریبوں کو نقصان ہو یا فائدہ، اللہ تعالیٰ نے امارت اور غربت کا فرق کئے بغیر سود کو علی الاطلاق حرام کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔ (بقرہ 275)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور باقی ماندہ سود چھوڑ دو اگر تم سچے مسلمان ہو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ قبول کرو ﴾ سورہ البقرہ: 279-278) ہر جگہ سود کو مطلقاً حرام کیا ہے نجی اور کاروباری قرضوں کا فرق نہیں کیا علاوہ ازیں تاریخ اور حدیث سے بھی ثابت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں کاروباری قرضوں پر سود لینے کا رواج عام تھا۔ چنانچہ ابن جریر ﴿ وذروا ما بقی من الربوا ﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ یہ وہ سود تھا جس کے ساتھ زمانہ جاہلیت میں لوگ خرید و فروخت کرتے تھے۔ علامہ سیوطی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی اسانید کے ساتھ سدی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت حضرت عباس بن عبد المطلب اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے متعلق نازل ہوئی تھی یہ دونوں زمانہ جاہلیت میں شریک تھے اور انہوں نے ثقیف کے بنو عمرو بن عمیر میں لوگوں کو سودی قرض پر مال دے رکھے تھے جب اسلام آیا تو ان دونوں کا بڑا سرمایہ سود پر لگا ہوا تھا۔ (تفسیر در منثور ج ۱ ص ۳۶۶)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں بڑے بڑے تاجر خوردہ فروشوں کے ہاتھ ادھار پر مال فروخت کرتے تھے اور اس پر سود لگاتے تھے اور اس سے واضح ہو گیا کہ زمانہ جاہلیت میں امراء میں بھی کاروباری اور تجارتی قرضوں پر سود لگانے کا رواج عام تھا قرآن نے عموم کے صیغہ سے امیر و غریب کا فرق کئے بغیر سود کی ممانعت کی ہے وہ سود نجی قرضوں پر ہو یا تجارتی قرضوں پر۔ مجوزین سود قرآن وحدیث سے کوئی دلیل پیش کریں جس میں امیر غریب کا فرق ہو قیامت تک نہیں کر سکتے تو خواہ مخواہ مداخلت فی الدین کے مرتکب ہو کر اللہ کے غضب کو دعوت نہ دیں اور اللہ کے مقابلہ میں آ کر اپنا ایمان ضائع نہ کریں۔

کاروباری قرض: کاروباری قرضوں میں سود کی ایک شکل وہ ہے جو بینک روپیہ جمع کرانے والوں سے رقم لے کر Fixed DeposiT کی شکل میں ان کو چھ سے سات فی صد یا جتنا بھی سالانہ سود ادا کرتا ہے اور جن کا Current Account ہوتا ہے ان کو کچھ نہیں دیتا ،سود کی دوسری شکل وہ ہے جو بینک اس جمع شدہ سرمایہ سے تاجروں، آڑھتیوں ،صنعت کاروں اور مزارعین کو چودہ یا ۱۹ فی صد سے لے کر سود در سود کی صورت میں اس سے زائد شرح تک سود لیتا ہے اور ساڑھے چار سال میں سود اصل رقم کے برابر ہو جاتا ہے۔آج کل بینک کاروبار کرنے والے لوگوں کو کاروبار کے لئے سرمایہ دیتا ہے اور سود وصول کرتا ہے اور کاروباری ادارے اس کو سود ادا کرتے ہیں ان میں کوئی فریق بھی مظلوم نہیں ہے فی الواقع یہ دونوں ہی ظالم ہیں اگر کوئی مظلوم ہے تو وہ عوام اور صارفین ہیں جو سود کی لعنت کی وجہ سے بینک اور کاروباری اداروں دونوں کے استحصال کا شکار ہوتے ہیں۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ بینک تاجروں کو ۱۴ یا ۱۹ فی صد سالانہ اور سود در سود کی شکل میں اس سے زائد سود پر قرض دیتا ہے۔ظاہر ہے کہ بینک کا اس میں سراسر فائدہ ہے کیونکہ عوام جو اپنی بچت کی رقم جمع کراتے ہیں ان کو وہ چھ فی صد سود دیتا ہے اور کرنٹ اکاؤنٹ میں سود نہیں دیتا۔بعض نیک لوگ جو حفاظت کے خیال سے رقم جمع کرواتے ہیں از خود سود نہیں لیتے ،بہر حال عوام کے اس روپیہ کو بینک تاجروں اور صنعت کاروں کو قرض دے کر بغیر کسی محنت یا کاروبار کے چودہ فی صد یا اس سے زائد سود حاصل کر لیتا ہے۔باقی رہے تاجر اور صنعت کار تو ان کو بھی کوئی گھاٹا نہیں کیونکہ ۱۴ فیصد وہ بینک کو ادا کرتے ہیں،اس رقم کو وہ اپنی مصنوعات اور مال تجارت کی قیمت میں شامل کر کے اس کو تجارتی اور صنعتی منڈیوں میں لے آتے ہیں، پھر سود کا یہ وبال کس پر پڑتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ عوام اور صارفین کی جیبوں پر پڑتا ہے،عوام مہنگائی کے بوجھ تلے پستے چلے جاتے ہیں اور سرمایہ دار بینک سے سود کی بنیاد پر قرض لے کر ایک کارخانہ سے دوسرا اور دوسرے سے تیسرا لگاتا چلا جاتا ہے اور بینک جو رقم دیتا ہے یہ وہی رقم ہوتی ہے جس کا عام اور متوسط لوگ اپنی آمدنی سے پس انداز کر کے بینک میں جمع کراتے ہیں اور اپنی ہی دی ہوئی رقم سے مہنگے داموں مصنوعات اور مال تجارت خریدتے ہیں ۔اس طرح بینک اور سرمایہ دار دونوں ہی عوام اور صارفین پر ظلم کرتے ہیں ۔ یہ دونوں فریق ہی ظالم ہیں۔ان میں سے کوئی بھی مظلوم نہیں ۔اب مجوزین سود بتائیں کس طرح غریب عوام پر ظلم کی اجازت دی جائے ؟ہمیں تو ظالم کا ہاتھ روکنے کا حکم ہے ارشاد نبوی ہے۔

اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا اپنے بھائی کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو ظاہر ہے ظالم کی مدد کیسے ہوگی ؟فرمایا: تم اسے ظلم سے روک دو یہ ظالم کی مدد ہوگی ۔ بخاری 2443 مشکوۃ کتاب الادب باب الشفقۃ علی الخلق 4957) مجوزین سود جو بڑی معصومیت سے کہتے ہیں کہ متمول اور سرمایہ دار تاجر اور صنعتکار جو قرض لیتے ہیں اور ان سے قرض کی رقم پر بینک جو سود وصول کرتا ہے وہ ان پر کوئی ظلم نہیں ہے کیونکہ اگر وہ بینک کو چودہ یا انیس فیصد سود ادا کرتے ہیں تو خود قرض کی رقم سے وہ ساٹھ ستر فیصد تک کما لیتے ہیں۔وہ بالکل ٹھیک کہتے ہیں وہ صنعت کاروں اور تاجروں پر ظلم نہیں کیونکہ وہ تو دونوں ظالم اور لٹیرے ہیں مظلوم تو صرف غریب ہیں جو ان دونوں کا سود بڑھی لگا کر ،ملٹے اور قفلیں بیچ کر ادا کرنے پر مجبور ہیں اس سود کی وجہ سے کتنے چولہے ٹھنڈے پڑ گئے غریبوں کی کتنی جوان لڑکیاں گھروں میں بیٹھی ہیں یہودی ،عیسائی اور مرزائی کتنے غریبوں کو لالچ دے بے ایمان کر رہے ہیں۔

افسوس کہ متاع کارواں جاتا رہا	امیر کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا
نہ اِدھر اُدھر کی بات کر یہ بتا قافلہ کیوں لٹا	مجھے رہزنوں سے غرض نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

بینک زیادہ مجرم ہے کہ وہ ظالموں کے ساتھ تعاون کرتا ہے جو قرآن وحدیث کی رو سے ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (سورہ المائدہ ۲) اور اسی طرح جو سود کی ترغیب دے رہے ہیں عقلی اور من گھڑت دلیلوں سے وہ بھی بہت بڑے مجرم ہیں کہ جو بھی ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر سود کی لعنت میں پھنس گیا ان سب کا گناہ بھی اس ترغیب دینے والے جھوٹے مکار پر ہے۔

بینک سے سود لینے کا حکم: علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں بینک قرض جو سود ادا کرتا ہے وہ ربا النسیئہ کی تعریف میں آتا ہے اور یہ سود حرام قطعی ہے۔ جس طرح خنزیر اور مردار کا کھانا حرام ہے اسی طرح سود کی رقم لے کر کھانا حرام ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سود کی رقم لے کر کسی غریب کو دے دی جائے۔ یہ تجویز دو وجہ سے باطل ہے، اول تو جب اس نے سود لیا تو اس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور اگر اس کو حرام سمجھ کر لیا تو فقہاء کی تصریح کے مطابق کافر ہوگیا۔ کیونکہ حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر اور اگر حرام سمجھ کر لیا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جب بالقصد یہ سود کی رقم کسی غریب شخص کو دی تو از روئے حدیث سود کھانے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت ہے۔ یہ سود کی رقم کھلانے والا لعنت کا مستحق قرار پایا علامہ علاؤ الدین الحصکفی فرماتے ہیں. شرح وہبانیہ نے بزازیہ سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص حرام قطعی سے مال صدقہ کرے تو وہ کافر ہوگیا۔ (درمختار ج ۲ ص ۳۵) اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔ کسی شخص نے اس مال سے صدقہ کیا جو حرام قطعی ہے اور ثواب کی امید رکھی تو وہ کافر ہوگیا اور فقیر کو مال کی حرمت کا علم ہوگیا اور اس نے دینے والے کو دعا دی اور اس نے آمین کہی تو دونوں کافر ہوگئے۔ (ردالمحتار ج ا ص ۳۵)

اب ایک سوال یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے شامت اعمال سے سود لے لیا ہے اور اب وہ اس فعل پر نادم اور تائب ہے اور اس کا مداوا کرنا چاہتا ہے تو وہ کیا کرے؟ اس کا حل فقہاء نے یہ بتایا ہے کہ وہ سود کی رقم مقروض کو واپس کردے اور اگر ایسا نہ ہوسکتا ہو تو مقروض کی طرف سے صدقہ کی نیت کر کے وہ رقم کسی غریب شخص کو دے دے۔ تاکہ وہ اپنے ذمہ سے سبکدوش ہوجائے۔ (ردالمحتار ج ۴ ص ۱۸۰)

مودودی صاحب نے غریبوں کو حرام قطعی کھانے کی اجازت دے دی: مودودی صاحب لکھتے ہیں: بینک یا انشورنس کمپنی سے سود کی جو رقم نکلتی ہو اس کو سرمایہ داروں کے پاس چھوڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ ان مفسدوں کے لئے مزید تقویت کی موجب ہوگی۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس رقم کو لے کر ان مفلس لوگوں پر خرچ کردیا جائے جن کی حالت قریب قریب وہی ہے جس میں حرام کھانا انسان کے لئے جائز ہوجاتا ہے۔ اس تجویز کو میں اس لئے صحیح سمجھتا ہوں کہ حقیقت میں سود غریبوں کی جیب ہی سے آتا ہے۔ حکومت کا خزانہ ہو یا بینک یا انشورنس کمپنی سب کے سود کا اصل منبع غریب کی جیب ہی ہے۔ (سود اشاعت ہشتم جون 1975ء ص 204) (کسی بھی مودودی سے کوئی رقم عطیۂ قبول نہیں کرنا چاہئے یہ وہی سودی رقم ہوگی جسے یہ غریبوں کو دیکر اپنی جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے ہیں)

مودودی صاحب کا فقہی اجتہاد مندرجہ ذیل وجوہ سے باطل ہے۔ (۱) بینک اور پراویڈنٹ فنڈ پر جو سود ملتا ہے وہ ربا النسیئہ ہے جو نص قرآن سے حرام قطعی ہے اس کا لینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اس عبارت میں اس کار حرام اور گناہ کبیرہ پر تحریص اور ترغیب دلائی گئی ہے جو بجائے خود گناہ کبیرہ ہے۔ (۲) مودودی صاحب کے نزدیک سود کی رقم بینک میں چھوڑنا جائز نہیں اور جس کام کا ترک ناجائز ہو اس کا فعل واجب ہوتا ہے اور فقہاء کی تصریحات کے مطابق حرام قطعی کو حلال کرنا کفر ہے اور اس حرام قطعی کو واجب قرار دینا گویا کفر کو واجب کرنا ہے مودودی صاحب نے اپنے اجتہاد

سے کفر یہ کام کو واجب قرار دے دیا ہے۔(۳) اس عبارت میں بالقصد سود لے کر غریبوں کو کھلانے کا حکم دیا ہے اور یہ حضور ﷺ کے فرمان صریح ,,سود کھانے اور کھلانے والے دونوں پر لعنت ہے،، سے متصادم ہے۔(۴) مودودی صاحب نے کہا ہے کہ جن لوگوں کو سود کی یہ رقم کھلائی جائے گی ان کی حالت قریب قریب وہی ہے جس میں حرام کھانا انسان کے لئے جائز ہو جاتا ہے۔ مودودی صاحب کا یہ خیال واقعات اور حقائق کے بالکل برعکس ہے۔ پاکستان میں الحمدللہ ابھی تک بدحالی اور قحط سالی کا ایسا دور نہیں آیا جس میں ملک کے عوام اضطرار کی صورت میں مردار اور خنزیر جیسی حرام اشیاء کھانے پر مجبور ہو جائیں۔(۵) اگر بالفرض کوئی ایسا مضطر اور مجبور شخص ہو بھی تو اس کے لئے حرام کھانا گناہ نہ ہوگا لیکن جو شخص بینک سے سود لے رہا ہے وہ مضطر اور مجبور نہیں ہے اسے کس بنیاد پر یہ جواز حاصل ہو گیا کہ وہ سود جیسی حرام قطعی رقم کو حاصل کرے۔

(۶) اگر یہ کہا جائے کہ وہ حرام خود نہیں کھاتا غریبوں کو کھلاتا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ جس شخص کا بینک میں کھاتہ ہو کیا وہ ایسا مضطر ہے کہ کسی غریب کو وہ مال حلال سے صدقہ نہ کر سکے؟ آخر جب وہ کسی غریب کو بکرے اور گائے کا حلال گوشت کھلانے کی وسعت رکھتا ہے تو وہ اسے مردار اور خنزیر کا گوشت کیوں کھلاتا ہے۔ اور جب مال طیب سے کسی غریب کی امداد کر سکتا ہے تو سود جیسی حرام رقم لے کر کیوں کسی غریب کے پیٹ کو حرام غذا سے پُر کرتا ہے؟ یہ کہنا کہ سود کی رقم اصل میں غریب کی جیب سے ہی جاتی ہے محض ایک بے بنیاد قیاس ہے۔ اس پر کیا دلیل ہے کہ جس غریب کو سود کا مال کھلایا جا رہا ہے سود کی یہ رقم اسی کی جیب سے گئی تھی؟ یہ رقم سرمایہ دارانہ استحصال کی وجہ سے کسی غریب اور متوسط طبقہ کے فرد کی ہو سکتی ہے اور اس بات کا کوئی یقین نہیں ہے کہ جس غریب کو سود کی یہ رقم دی جارہی ہے اس کی جیب سے یہ رقم نکلی تھی، بلکہ اس کے برعکس اس بات کا یقین ہے کہ یہ بینک کی رقم ہے جو کسی استحصال کے ذریعہ اس بینک کو حاصل ہوئی اور جب یہ غیر کی رقم ہے تو غریب شخص پر کس طرح حلال ہو گئی؟ کیا مودودی صاحب کے نزدیک غربت اتنا بڑا جرم ہے کہ ایک غریب شخص کو اعلانیہ حرام کھلانے کا فتویٰ دے دیا جائے اور اگر بالفرض پاکستان کے غرباء کی واقعی یہی حالت ہے جس میں حرام کھانا جائز ہو جاتا ہے تو فقط سود پر اقتصار کیوں کیا جاتا ہے؟ صاف کھل کر کیوں نہیں کہا جاتا کہ مردار اور خنزیر بھی تمہارے لئے جائز ہے بلکہ چوری اور ڈاکہ ڈالنا بھی تمہارے حق میں حلال وطیب ہے۔

(۷) پھر میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا اس بے بنیاد قیاس میں اتنی طاقت ہے کہ قرآن کی نص قطعی. اللہ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔(بقرہ 275) اور حدیث صحیح رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے کھلانے والے لعنت فرمائی۔(مسلم) سے متصادم ہو سکے بلکہ اس پر غالب آ سکے؟ اگر مودودی صاحب اپنے اجتہاد کو قرآن وحدیث کے صریح احکام سے بالا نہیں سمجھتے تو ان کو چاہئے کہ اپنے غلط اجتہاد سے فوراً رجوع کر لیں اور اس عبارت کو اپنی کتاب سود سے نکال دیں۔(یہ مقالہ 1977ء میں اس وقت لکھا گیا تھا جب مودودی صاحب بقید حیات تھے۔ ہم دلائل کے ساتھ مودودی صاحب کی اس عبارت پر تعمیری تنقید کی ہے اور چونکہ موصوف خود آزادی رائے کے اظہار کے قائل ہیں اور انبیاء علیہم السلام سے لے کر تمام صلحاء امت کے بعض افعال واقوال کو برملا غلط کہتے ہیں اور یہ تاثر دیتے ہیں کہ کسی بزرگ کے غلط کام کو غلط کہنے سے اس کی بزرگی میں فرق نہیں آتا اس لئے ہم بھی سمجھتے ہیں کہ مودودی صاحب کے عقیدت مندوں کو اس تنقید کا برا نہیں منانا چاہئے کیونکہ جب وہ شرح صدر اور اطمینان قلب سے بغیر تیوری پر شکن ڈالے انبیاء سے لیکر صحابہ اور صلحاء امت سب کے حق میں مودودی صاحب کی نکالی ہوئی غلطیاں سکونِ قلب سے سن لیتے ہیں تو ان کو اسی اسپرٹ (Spirit) سے مودودی صاحب پر تنقید بھی سننی چاہئے، آخر مودودی صاحب انبیاء صحابہ کرام اور صلحاء امت سے بلند و بالا مرتبہ تو نہیں رکھتے اور اگر اس وضاحت کے باوجود کوئی شخص ہماری اس تنقید پر بُرا منائے تو ہمیں یہ سمجھنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا کہ اس کی مودودی صاحب سے

عقیدت غلو سے بھی آگے بڑھ کر پرستش کی حد میں داخل ہو چکی ہے۔العیاذ اللہ۔(مقالات سعیدی 360-355)

اسم محمد کی برکات: میں نے اپنے بیٹے کا نام احمد رضا رکھا اور دوسرے بیٹے کا نام محمد رکھا تو رشتہ دار اعتراض کرتے ہیں کہ اس کا کچھ اور نام رکھو ایک جیسے نام ٹھیک نہیں کیا ان کی بات درست ہے وضاحت فرمادیں؟۔شہزاد عطاری شاہدرہ لاہور

ج جناب بھائی شہزاد عطاری صاحب! آپ کو مدنی منوں کی بہت بہت مبارک ہو اللہ تعالی ان کو آپ کے لئے باعث برکات اور ذریعہ نجات بنائے اور جلد مدینہ پاک دکھائے اور نبی پاک ﷺ ان مدنی منوں کو اپنے غلامی میں قبول فرمالیں

ہماری آنے والی نسلیں تیرے عشق میں ہی پلیں انہیں نیک تم بنا نا مدنی مدینے والے

دراصل یہ دینی معلومات کی کمی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا تنہا اسم گرامی ,,محمد،، نہیں رکھنے دیتے یا ایک جیسے دو نام نہیں رکھنے دیتے ورنہ حدیث میں تو ایسی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس کی ترغیب دی گئی ہے۔مرکب نام بھی رکھ سکتے ہیں جیسا کہ ہندو پاک میں ہے ,,محمد جمیل ،گلزار احمد، حامد سعید وغیرہ،، لیکن مفرد نام رکھنا افضل ہے عرب میں کسی کا نام مرکب نہیں ہے بلکہ کسی نبی کا نام مرکب نہیں ہے اور جس کا نام مرکب ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا جیسے کانا دجال مرزا قادیانی اس کا نام غلام احمد ہے اس خبیث نے نبوت کا دعوی کیا یہ مرتد اور اس کو ماننے والے بھی مرتد اور واجب القتل ہیں۔میرے پانچ بیٹے ہیں ایک نام ابراہیم ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انبیاء کرام کے نام پر اپنے نام رکھو۔اور خود بھی اپنے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔دوسرے بیٹے کا نام محمد تیسرے کا احمد رضا چوتھے کا حامد سعید اور پانچویں کا محمد المدنی۔میں نے اپنے دو بیٹوں کا نام محمد رکھا اور ان کی پیدائش سے پہلے ہی رکھ دیا تھا میں نے حدیث پاک میں پڑھا تھا اور مجھے اللہ کی رحمت پر بہت بھروسہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا اس کے خزانوں میں کونسی کمی ہے۔یہ غالباً 1986ء کی بات ہے اس وقت میں سعودیہ میں تھا میری بیوی پاکستان میں تھی۔

امام اہل سنت احمد رضا قادری فرماتے ہیں۔فتاوی امام شمس الدین سخاوی میں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاد امام عطا تابعی نے روایت کی ہے ,,جو چاہے کہ اس کی عورت کے حمل میں لڑکا ہو اسے چاہئے اپنا ہاتھ عورت کے پیٹ پر رکھ کر کہے ﴿اِنْ کَانَ ذَکَرًا فَقَدْ سَمَّیْتُہٗ مُحَمَّدًا﴾ اگر لڑکا ہے تو میں نے اس کا نام محمد رکھا انشاء اللہ لڑکا ہی ہوگا۔(احکام شریعت ص ۱۰۰) میں نے 1995ء میں بچوں کو مدینہ پاک بلایا اور وہاں پر ایک لڑکا تھا جسے لوگ مدنی کہتے تھے میرے دل میں خیال آیا کہ اگر اللہ مجھے لڑکا دے تو میں اس کا نام محمد مدنی رکھوں لیکن لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام میں نے عائشہ رکھا کیونکہ نبی کریم ﷺ کو تمام ازواج میں سے حضرت عائشہ سے زیادہ پیار تھا میں نے بھی حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کی طرح عرض کی الہی میں نے تو لڑکا مانگا تھا میں تیری رضا پر راضی ہوں لیکن میں نے اپنے بیٹے کا نام تیرے محبوب کے نام پر محمد رکھنا ہے چنانچہ جب ۲۰۰۰ء میں اللہ کی رحمت ہوئی تو میں نے اس حدیث پر عمل کیا ﴿اِنْ کَانَ ذَکَرًا فَقَدْ سَمَّیْتُہٗ مُحَمَّدًا﴾ دعا قبول ہوئی اور دلی مراد مل گئی یہ دونوں میرے پاس مدینہ پاک کے تحفے ہیں عائشہ اور محمد مدنی ان کو دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لیتا ہوں یہ بڑے خوش قسمت ہیں انہوں نے نبی کریم ﷺ کے شہر میں آنکھ کھولی جنت کی بہاریں دیکھیں ہیں اب ان کا یہاں دل نہیں لگتا وہاں جانے کے لئے بڑے بیقرار ہیں جب انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو مدینہ کو یاد کر کے رو پڑتے ہیں میرا بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین میں سے بہت سے نیک، متقی، عاشق رسول اور اللہ کے ولی ہوتے ہیں شاید کوئی ان کے لئے دعا کر دے کہ اللہ پھر انہیں وہاں پہنچا دے ان کا امتحان ختم ہو جائے۔

نام محمد کی برکت سے دو مدنی منے عطا ہوئے: دیکھو نام محمد کی برکات کا صدقہ وہاں پر ہمارے ایک ہمسائے تھے جو پیچھے سے حافظ آباد کے رہنے والے تھے ان کی دو لڑکیاں تھیں انہیں لڑکے کی خواہش تھی جب اللہ نے ہمیں لڑکی دی تو میں نے اپنی بیوی سے کہا ام ابراہیم اگر اللہ نے ہماری ہمسائی شاہدہ کو اولاد کی نعمت سے نوازا تو ہم اس کا نام محمد رکھ دیں گے ادھر وہاں کوئی نام ونشان بھی نہیں تھا۔ ایک دن وہ ام ابراہیم سے کہنے لگی ام ابراہیم کیا کروں تاریخ نہیں آ رہی۔ ام ابراہیم نے کہا کیوں پریشان ہوتی ہو مبارک ہو ادھر تو تمہارے بیٹے کا نام بھی رکھا جا چکا ہے تو وہ بہت خوش ہوگئی چنانچہ اللہ کے فضل سے لڑکا پیدا ہوا اس کا نام محمد مدنی رکھا پھر انہیں ایک اور لڑکا عطا ہوا جس کا نام محمد منیب رکھا اللہ ان کو سلامت رکھے اور ہماری ان سے پھر جلد مدینہ میں ملاقات ہو جائے۔ اور یہ اس حدیث پر عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿سَمُّوْا بِاسْمِي وَلَا تَكْتَنُوْا بِكُنْيَتِي فَإِنِّي إِنَّمَا جُعِلْتُ قَاسِمًا أَقْسِمُ بَيْنَكُمْ﴾ میرا نام رکھو اور میری کنیت نہ رکھو کیونکہ میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری 3114 مسلم 2133 مشکوۃ کتاب الاداب باب الاسامی حدیث 4751) بعض علماء نے فرمایا کہ یہ ممانعت حضور ﷺ کی حیات شریف میں تھی بعد وفات ہر طرح اجازت ہے خواہ حضور ﷺ کا نام رکھے یا آپ کی کنیت ابو القاسم یا دونوں جمع کرے کہ نام محمد رکھے اور کنیت ابو القاسم (مرقات) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا کنیت ابو القاسم رکھی جنہیں محمد بن حنفیہ کہا جاتا ہے۔

بے اولاد کے لئے مدنی وظیفہ: مدینہ پاک میں ایک بزرگ تھے حافظ یونس صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے میں ان کی زیارت کے لئے گیا تو انہوں نے مجھے بے اولاد کے لئے ایک وظیفہ عطا فرمایا۔ کہ اگر کسی کی اولاد نہ ہو یا صرف لڑکیاں ہوں اولاد نرینہ نہ ہو تو وہ روزانہ حسب توفیق جتنا بھی استغفر اللہ اور پہلا کلمہ پڑھ سکے پڑھے لیکن جمعرات کو مغرب یا عشاء کی نماز کے بعد ایک ہزار بار استغفر اللہ اور ایک ہزار بار پہلا کلمہ پڑھے اور پھر دو نفل پڑھ کر دعا مانگے اسے رزق بھی ملے گا اور اولاد بھی اور مراد پوری ہونے تک ناغہ نہ کرے مرد وعورت دونوں پڑھ سکتے ہیں اگر لڑکا چاہئے تو وہی طریقہ کہ میں اس کا نام محمد رکھوں گا انشاء اللہ کرم ہوگا۔

جب میں حاجیوں کو بس میں بٹھا کر زیارتیں کرانے جاتا تو ساتھ یہ وظیفہ بھی بتاتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ مجھے لاہور سے فون آیا کہ کئی سالوں سے ہماری اولاد نہیں تھی اس وظیفہ کی برکت سے اللہ نے ہمیں اس کلمہ طیبہ کی برکت سے اولاد عطا کر دی ہے صرف اولاد ہی نہیں کسی بھی جائز مقصد کے لئے ان دونوں کا ورد کر کے دیکھیں مثلاً کسی کا رشتہ نہ ہو رہا ہو یا ویزہ نہ لگ رہا ہو یا کسی کا ذاتی مکان نہ ہو اللہ کرم فرما دے گا۔

یہ نام کوئی کام بگڑنے نہیں دیتا — بگڑے ہوئے بھی بنا دیتا ہے نام محمد ﷺ

یہ معمولی وظیفہ نہیں ایک بہت بڑا خزانہ ہے یہ وہ وظیفہ ہے جس کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا تھا انہوں نے عرض کیا یا رب مجھے وہ چیز سکھا جس سے تجھے یاد کیا کروں جس کے ذریعے تجھ سے دعا کروں۔ رب تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ لاالہ الا اللہ کہو آپ نے عرض کی الٰہی یہ تو تیرے سارے بندے ہی کہتے ہیں میں تو کوئی خاص چیز چاہتا ہوں جس سے تو مجھے خاص کر لے فرمایا: اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور میرے سوا ان کی آبادی اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں میں رکھی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لاالہ الا اللہ رکھا جائے تو لاالہ الا اللہ ان سب پر بھاری ہوگا۔ (مشکوۃ کتاب الدعوات حدیث 2309) اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کلمہ

کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے اس لئے ہم نماز کے بعد کلمہ کا ذکر کر کے دعا مانگتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ اللہ تو فرما رہا ہے کہ اس کے ذریعہ دعا قبول ہوتی ہے اور وہ اس کو خلاف سنت کہہ رہے ہیں۔

دونوں عالم میں مقصود گر تجھ کو آرام ہے — ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

میرے شیخ کریم حضور مفکر اسلام فرماتے ہیں

سرکار کا نام پاک تو لو جو آفت ہے ٹل جائے گی — سرکار کا ذکر خیر کرو جو حاجت ہے بر آئے گی

تو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور اس کی رضا پر راضی رہتے ہوئے دوا اور دعا دونوں کو جاری رکھیں ۔حدیث پاک میں ہے کہ دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے۔(ترمذی مشکوۃ کتاب الدعوات حدیث2233)

لیکن ہمارا حال کیا ہے ۔ ترقی کی جونئی راہیں زیر آسمان نکلیں — میاں مسجد سے نکلے حرم سے بیبیاں نکلیں

اب مصیبت میں بھی انہیں یاد خدا آتی نہیں — منہ سے دعا نہ نکلی پاکٹوں سے عرضیاں نکلیں

لیکن ان سب کے باوجود اگر اولاد نہ مل سکے یا بیٹانہ ہو صرف بیٹیاں ہوں پھر بھی اللہ کا شکر ادا کریں۔ بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی عورتوں کو مارنا شروع کر دینا یا ان کو طلاق دے دینا یہ ان پر ظلم ہوگا اللہ ظلم کی اجازت نہیں دیتا ہمیں اللہ کا مقابلہ نہیں کرنا چاہئے اللہ کے بعض نبی ایسے ہیں جن کے اولاد نہیں ہوئی جیسے حضرت یحیٰ علیہ السلام اور بعض کے ہاں صرف بیٹیاں تھیں جیسے حضرت لوط وشعیب علیہما السلام اور بعض کے ہاں صرف بیٹے تھے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ اللہ کے شکر گذار تھے تو اللہ تعالی نے ہمارے لئے اپنے انبیاء میں نمونہ رکھا ہے تا کہ ان کو دیکھ کر دل کو تسلی دینا۔ بس آپ دعا کریں نتیجہ اس پر چھوڑ دیں وہ ہمارے معاملات ہم سے بہتر جانتا ہے۔ ہمیں کیا پتہ ہمارے لئے کیا بہتر ہے ہوسکتا ہے ہماری اولاد نیک نہ نکلے اور بدنامی کا باعث بن جائے اور ہمارا مال ہمیں گمراہ کر دے لہذا اس طرح دعا کریں الہی جو ہمارے لئے بہتر ہے وہ عطا کر دے اور جو بُرا ہے اس سے بچالے۔ اور اولاد کے لئے دعا کریں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا مانگیں۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورہ الصافات آیت ۱۰۰ پارہ ۲۳) یا قرآن کی یہ دعا مانگیں رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورہ الفرقان آیت ۷۴)

کتنی بدقسمتی اور نعمت کی ناشکری ہے کہ بعض لوگ اولاد کے لئے تڑپتے ہیں اور بعض عورتیں اپریشن کروا کر اپنے آپ کو ہمیشہ کے لئے بانجھ کروالیتی ہیں یاد رکھیں بغیر شرعی عذر کے ایسا کرنا شریعت میں سخت حرام اور اللہ کے غضب کو دعوت دینا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہے ہاں عارضی طور پر بعض احتیاطی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

قارئین مجھے معاف کر دینا بات لمبی ہوگئی میں مختصر جواب دینا چاہتا تھا ہمارے آقا کے نام میں ایسی برکت ہے کہ اس نے مجھے تصورات میں مدینہ منورہ پہنچا دیا اور مدینہ منورہ کی جدائی نے تڑپا کر رکھ دیا اور سرکار کے کرم کی باتیں لکھ کر اپنے آپ کو تسلی دینا پڑھی

خود کو دیکھا تو تیرا جود و کرم یاد آیا — تجھ کو دیکھا تو مصور کا قلم یاد آیا

اب پھر اصل مسئلہ کی طرف آتا ہوں لوگوں کو دو ناموں پر اعتراض ہے لیکن امام اہل سنت احمد رضا قادری فرماتے ہیں: میں نے اپنے سب بیٹوں، بھتیجوں کا عقیقہ میں صرف محمد نام رکھا۔ پھر نام اقدس کے حفظ آداب اور باہم تمیز کے لئے عرف جدا مقرر کئے۔ بحمد اللہ فقیر کے یہاں پانچ محمد اب موجود ہیں اور پانچ سے زائد اپنی راہ گئے۔ عثمان بن عمری سے مرسلاً مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں کسی کا کیا نقصان ہے اگر اس

کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے وہ ضرور جاہل ہے۔ (طبرانی کبیر)

حضرت ابو امامہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِي وَتَبَرُّكًا بِاسْمِي كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهُ فِي الْجَنَّةِ﴾ جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام پاک سے تبرک کے لئے اس کا نام محمد رکھے وہ اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں گے۔ (ابن عساکر)

حضرت انس سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز دو شخص رب العزت کے حضور کھڑے ہوں گے۔ حکم ہوگا انہیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے ہم نے تو کوئی کام جنت کا نہ کیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا جنت میں جاؤ کہ میں نے حلف لیا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ امام اہل سنت فرماتے ہیں جب کہ مومن ہو اور مومن عرف قرآن وحدیث اور صحابہ میں اسی کو کہتے ہیں جو سنی صحیح العقیدہ ہو ورنہ بدمذہبوں کے لئے تو حدیثیں یہ ارشاد فرماتی ہیں کہ وہ جہنم کے کتے ہیں ان کا کوئی عمل قبول نہیں بدمذہب اگر حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان مظلوم قتل کیا جائے تب بھی اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں ڈالے۔ یہ حدیثیں دار قطنی وابن ماجہ وبیہقی وغیرہ میں ہیں (احکام شریعت ص ۹۸)

ابن عدی کامل اور ابو سعید نقاش اپنے معجم شیوخ میں حضرت علی سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس دستر خوان پر لوگ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور ان میں ایسا شخص ہو جس کا نام احمد یا محمد ہو اس مکان میں دو بار رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی قوم کسی مشورہ کے لئے جمع ہو اور ان میں کوئی شخص محمد نام کا ہو اور اسے اپنے مشورہ میں شریک نہ کریں ان کے لئے اس مشورہ میں برکت نہ رکھی جائے گی۔ (طرائفی وابن جوزی (احکام شریعت ص ۹۸))

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لئے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو یا اس پر برائی کی دعا نہ کرو۔ (حاکم و دیلمی)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ محروم کرو۔ (بزار، احکام شریعت ص ۱۰۰)

محفل نعت میں خواتین کا ساؤنڈ یا اسپیکر استعمال کرنا:

س سلام مسنون کے عرض خدمت ہے کہ جناب ربیع الثانی کا شمارہ موصول ہوا اور مضامین دیکھ کر بہت خوش ہوئی جب مطالعہ کیا تو ہر ایک موضوع کو را جواب پایا اور بہت کچھ حاصل ہوا بالخصوص ,,حضور غوث پاک باذن اللہ حاجت روا ہیں،،، اور مسائل دینیہ میں تو جناب نے خوب تحقیق بھی فرمائی بے دینوں کی خبر بھی اچھی لی ہے خدا آپ کے زور قلم میں مزید اضافہ فرمائے جناب قبلہ آسوی صاحب گذارش ہے کہ جہاں مرد حضرات محافل میلاد کا اہتمام کرتے ہیں۔ وہاں الحمد للہ خواتین بھی محافل میلاد سجاتی ہیں کیا خواتین ساؤنڈ یا اسپیکر استعمال کر سکتی ہیں اور اپنی محافل میں نعرے وغیرہ لگا سکتی ہیں یا نہیں قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں عین نوازش ہوگی (دعا گو خادم علماء حق اہل سنت قاری محمد ریاض ہاشمی دندی نظام سرائے عالمگیر

ج وعلیکم السلام جناب علامہ قاری محمد ریاض ہاشمی صاحب اللہ تعالیٰ آپ کے اس دینی ذوق وشوق میں برکت عطا فرمائے اس ذرہ نوازی کا شکریہ میں اس قابل کہاں یہ تو میرے شیخ کریم کا صدقہ اور آپ جیسے بزرگوں کی دعائیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری بے عملی پر پردہ ڈالا ہوا ہے ورنہ کتھے مہر علی تے کتھے تیری ثنا ایہہ مشتاق اکھیاں کتھے جا لڑیاں۔ پردہ جے پایا ای تے پائی رکھیں سوہنیا

تو جناب عرض یہ ہے کہ یہ بڑا اہم مسئلہ ہے علماء کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ آپ سے قبل بھی اٹک سے ایک اسلامی بہن عالمہ فاضلہ محترمہ طاہرہ صاحبہ کا بھی اسی قسم کا سوال آیا تھا دونوں کو ملا دیتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا تھا کہ عورتوں کا ہاتھ اٹھا کر نعرے لگانے کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے اور اگر اس نیت سے اٹھائیں کہ قیامت میں گواہی دیں گے تو اٹھانا جائز ہے یا نہیں ہمارے جنڈ شہر میں تحریک منہاج کی ایک باجی ہیں وہ مائک میں پڑھتی ہیں ان کا کہنا ہے کہ جہاں تک آواز جائے گی وہ جگہ گواہ ہوگی اور وہ قرآن کی ایک آیت کا بھی حوالہ دیتی ہیں کہ اس دن ان کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے گواہی دیں گے (سورہ یاسین آیت ۶۵)۔ (العیاذ باللہ تعالی)

تو جناب عرض یہ ہے کہ ان عورتوں کو مائک اور ساونڈ کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی اور ہاتھ اٹھا کر نعرے لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ ایک بیہودہ حرکت ہے اس سے عورتوں کو روکنا چاہئے مرد حضرات کا نعرہ لگانا تو ٹھیک ہے لیکن ہاتھ اٹھانا تو ان کے لئے بھی کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے زیادہ سے زیادہ جواز کی کوئی صورت نکلتی ہے ان کے لئے بھی یہ بہتر نہیں ہے اور نہ یہ سنت ہے اس کو خطیب و مقررین واج دے رہے ہیں وہ کہتے ہیں جو عاشق اور مومن ہے وہ زور سے سبحان اللہ کہے اور ہاتھ اٹھا کر نعرہ بھی لگائے تو اسٹیج سے نہ کوئی زور سے سبحان اللہ کہتا ہے اور نہ کوئی ہاتھ اٹھاتا ہے تو جو خطیب حضرات یا نعت خوان اسٹیج پر بیٹھے ہیں ان کے ایمان کا کیا بنے گا تو ایسی فضول باتوں اور رسموں سے نقیب و خطیب حضرات کو احتیاط کرنی چاہئے حضرت علامہ پیر سید کرامت علی شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور شریف تو ایسی باتوں سے سختی سے منع کرتے ہیں۔ بعض نقیب اور خطیب کہتے ہیں زور سے سبحان اللہ کہو تمہاری آواز مدینے پہنچے یہ خطیب داد لینے کے بھوکے اور اللہ کے نام کو اپنی واہ واہ اور شہرت کا ذریعہ بنانا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کی اصلاح کی بڑی ضرورت ہے کیا یہ بے ادبی اور اہل سنت کے عقیدہ کی نفی نہیں ہو رہی کہ زور سے کہیں گے تو آواز مدینہ جائے گی ورنہ نہیں اللہ کے بندوں وہاں زور کی نہیں اخلاص کی ضرورت ہے۔ زبان سے کہنے کی بھی ضرورت نہیں وہ تو نیتوں کو جانتے اور دلی ارادوں سے خبردار ہیں۔ باقی رہی عورتیں تو ان کے لئے ہاتھ اٹھانا تو دور کی بات ہے نعرہ لگانا ہی جائز نہیں چہ جائیکہ اسپیکر پر نعرہ بازی اور ہاتھ اٹھانا اور پھر قرآن سے استدلال کرنا اپنی جہالت پر مہر لگانے کے مترادف ہے اور قرآن میں تحریف معنوی ہے ایسی جاہل عورتوں کو جو میلاد کے نام پر اسلام کا حلیہ بگاڑنا چاہتی ہیں اور اپنی مرضی کی شریعت بنانا چاہتی ہیں ہرگز تقریر کی اجازت نہ دی جائے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ اور اب تو کئی نام نہاد شیخ الاسلام عورتوں کو جلوس کی شکل میں سڑکوں پر لے آئے ہیں وہ عورتیں سرعام نعرے لگاتی ہیں جوانیاں لٹائیں گی انقلاب لائیں گی۔ ان مولویوں اور ان عورتوں کے وارثوں کی غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے وہ کچھ بھی اس کا نام دیں میں تو اس کو بے حیائی اور بے دینی کہتا ہوں۔ کیا ان کو علم نہیں کہ عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے بغیر ضرورت وہ مردوں سے بات بھی نہ کرے۔ محفل کرنی ہے تو بند کمرے میں محفل رکھی جائے اور جہاں مائک کا استعمال نہ ہو اور اکیلی عورت نعت پڑھے۔ عورتیں کیا کرتی ہیں سب مل کر نعت پڑھنا شروع کر دیتی ہیں تو ان کی آواز مائک کے بغیر ہی پورا محلہ سنتا ہے نامحرموں تک آواز پہنچتی ہے اسی طرح مرنے پر ایک طرف مرد بیٹھے ہوتے ہیں دوسری طرف عورتیں اونچی آواز سے بین کر رہی ہوتی ہیں یا بلند آواز سے کلمہ شریف پڑھا جا رہا ہے عورتوں کی آواز میں جادو ہے اور یہ فتنہ کا سبب ہے اگر کسی نیک کام میں عورتوں کو آواز بلند کرنے کی اجازت ہوتی یا ان کے لئے باعث اجر ہوتا تو ان کو اذان کی بھی اجازت ہوتی جب اذان جائز نہیں تو اسپیکر پر نعت خوانی اور نعرے بازی یا ٹی وی پر نعت خوانی یا تلاوت یا خبریں سنانا اور سڑکوں پر جلسے جلوس کیسے جائز ہو سکتے ہیں جو عورتیں کہتی ہیں کہ اسپیکر کا استعمال جائز ہے جہاں تک آواز جائے گی وہ جگہ گواہی دے گی وہ ذرا ہمیں اذان دیکر تو دکھائیں یا قرآن و حدیث سے ہمیں کوئی دلیل دیں۔ یہ بات درست ہے کہ اذان کی جہاں تک آواز جائے وہ جگہ گواہی دے گی لیکن یہ مردوں کے ساتھ خاص ہے عورتوں کے لئے حکم اور ہے؟ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ

زِیْنَتِہِنَّ﴾ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جائے۔(سورۃ النور آیت:۳۱ پارہ ۱۸) اس کے تحت مفتی احمد یار خاں نعیمی لکھتے ہیں: اس سے معلوم ہوا کہ عورت کے زیور کی آواز بھی اجنبی نہ سنے، تو خود عورت کی آواز کا کیا پوچھنا اسی لئے عورت کو اذان دینا حرام ہے۔ اسی طرح عورتوں کو گانا لاؤڈ اسپیکر یا ریڈیو پر تقریریں کرنا سب ممنوع۔(تفسیر نور العرفان)

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: یعنی کوئی عورت فرش پر زور زور سے پیر مار کر اس طرح نہ چلے کہ اس سے پازیب کی آواز گھر سے باہر سنائی دے۔ جس عورت نے خوشی سے یا اتراتے ہوئے ایسا کیا تو اس کا یہ عمل مکروہ ہے اگر اس نے مردوں کو دکھانے، سنانے اور لبھانے کے لئے ایسا کیا تو اس کا عمل مذموم اور حرام ہے۔(تفسیر تبیان القرآن ج۸ ص۱۳۱)

باقی (سورہ یاسین آیت ۶۵) سے استدلال کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ کافروں سے فرمائے گا۔﴿یہ ہے وہ جہنم کا جس کا تم سے وعدہ تھا آج اس میں جاؤ اپنے کفر کا بدلا آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان کے کئے کی گواہی دیں گے۔﴾ اس کی کوئی بھی تفسیر اٹھا کر پڑھ لیں کہ کافر جب اپنے جرموں کا انکار کریں گے تو اس وقت ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دے کر ان کا جرم ثابت کر دیں گے۔ تفسیر نہ بھی پڑھیں خود آیات سے پتہ چل رہا ہے کہ گواہی کافروں کے حق میں نہیں بلکہ ان کو ذلیل کرنے کے لئے ہوگی۔ تو افسوس اس جاہل عورت پر جو اس آیت سے نعروں کا جواز ثابت کر رہی ہے اور کفار کی سزا کے متعلق آیات سے کیا ثابت کر رہی ہے کیا وہ مسلمانوں کو کافر سمجھ رہی ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) یہ الحقیقہ اس کے سامنے رکھا جائے اور کہا جائے کہ محترمہ اگر ہمارا موقف غلط ہے تو دلائل سے ہماری اصلاح فرما دیں ورنہ اپنی اصلاح کر لیں اور اس برائی کی دعوت سے توبہ بھی کر لیں۔

دیکھو حج میں بلند آواز سے تلبیہ کہنا بڑے اجر کا باعث ہے لیکن یہاں بھی عورت کو آواز بلند کرنے کی اجازت نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے مجھے حکم پہنچایا کہ میں اپنے صحابہ کو حکم دوں کہ وہ اہلال (لا الہ الا اللہ کہنا) یا تلبیہ (لبیک کہنا) میں آواز بلند کریں۔(ترمذی 829 مشکوۃ کتاب المناسک باب الاحرام 2549) مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں: اصحاب سے مراد ساری امت کے مرد ہیں، عورتوں کو اونچی آواز سے تلبیہ کہنا منع ہے، وہ اتنی پست آواز سے کہیں کہ خود اپنی آواز سن سکیں مرد بھی اتنی اونچی آواز نہ کریں کہ مشقت میں پڑ جائیں بلکہ درمیانی آواز سے کہیں (مرقات، مراۃ جلد ۴ ص ۱۲۰) دیکھو جہاں آواز بلند کرنے کا حکم ہے وہاں بھی عورتوں کو اجازت نہیں خلاف ورزی کرنے پر گناہگار ہوں گی۔ تو کیا نعرہ بازی کر کے یا لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر کے اجر کا مستحق ہوں گی؟ ہرگز نہیں۔

اسی طرح عورتیں اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہیں اور امام بھول گیا ہے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیں عورتیں سبحان اللہ بھی نہیں کہہ سکتیں بلکہ ہاتھ کو ہاتھ پر مار کر بتائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنساء (بخاری ومسلم) لِلعاقلِ تکفیہ الاشارۃُ تقدیر امام کیا ہے کوئی کہہ نہیں سکتا مومن کی فراست ہو کافی ہے اشارہ

جاہل مبلغین اور مبلغات کے وعظ کا حکم: امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جاہل اردو خواں اگر اپنی طرف سے کچھ نہ کہے بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کر سنائے تو اس میں حرج نہیں۔ مزید فرماتے ہیں: جاہل خود بیان کرنے بیٹھے تو اسے وعظ کرنا حرام ہے اور اس کا وعظ سننا حرام ہے اور مسلمانوں کو حق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے منبر سے اتار دیں کہ اس میں نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) ہے اور نہی عن المنکر واجب ہے۔(فتاویٰ رضویہ ج۲۳ ص۴۰۹)

(نصر اللہ 03328028182)

گوشہ خواتین

(ام ابراہیم نسرین آسنویہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی بہنوں کی محفل نعت کے احکام: ہمارے سیالکوٹ شہر کے طالبات کے دینی مدارس میں محفل میلاد کے موقع پر عورتیں مائک بے دریغ اور بے تکلفی سے استعمال کرتی ہیں اور روکنے کے باوجود باز نہیں آتیں اور پرنسپل صاحب کو بھی توفیق نہیں ہوتی کہ اس برائی کو سختی سے روکیں بلکہ ان کی تائید سے ہی یہ سارا کام ہوتا ہے۔

اسی طرح ہمارے گاؤں باجڑہ گڑھی آنولہ، مرچاپور ضلع سیالکوٹ اور ارد گرد کے دیہات میں ایک بری رسم چل پڑی ہے کہ جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو عورتیں ایک عورت کو دعوت دیتی ہیں جس نے اپنا مائیک اور گاڑی رکھی ہوئی ہے اور وہ طے شدہ رقم لیکر تقریر کرتی ہے اور عورتیں بڑے شوق سے سنتی ہیں جس سے وہ ثواب کی بجائے گنہگار ہو رہی ہیں اس کے علاوہ سیالکوٹ کینٹ میں یہ رواج ہے کہ عورتیں محرم کے دس دن اور ربیع الاول کے بارہ دن روزانہ مختلف مقامات پر ایک ساتھ مل کر نعت پڑھتی ہیں جس کی وجہ سے بغیر مائیک کے بھی ان کی آواز دور دور تک سنائی دیتی ہے تو آج میں اسلام کی ادنیٰ خادمہ ہونے کی حیثیت سے الحقیقہ کے ذریعے ان عورتوں اور شہر کے دینی مدارس کی لڑکیوں اور پرنسپل حضرات تک حق کا پیغام پہنچانا چاہتی ہوں۔

گلہ تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا   کہاں سے آئے صدائے لا الہ الا اللہ
گرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں   مگر مجھے ہے حکم اذاں لا الہ الا اللہ

امیر اہل سنت حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس قادری عطاری سے پوچھا گیا کہ اسلامی بہنیں اسلامی بہنوں میں نعتیں پڑھ سکتی ہیں یا نہیں؟ تو فرمایا: اسلامی بہنیں اسلامی بہنوں میں بغیر مائیک کے اس طرح نعت شریف پڑھیں کہ ان کی آواز کسی غیر مرد تک نہ پہنچے۔ مائک کا استعمال اس لئے منع کہ اس پر پڑھنے یا بیان کرنے سے غیر مردوں سے آواز کو بچانا قریب قریب ناممکن ہے۔ کوئی لاکھ دل کو منالے کہ آواز شامیانے یا مکان سے باہر نہیں جاتی مگر تجربہ یہی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے عورت کی آواز عموماً غیر مردوں تک پہنچ جاتی ہے بلکہ بڑی محافل میں مائک کا نظام بھی اکثر مرد ہی چلاتے ہیں سگِ مدینہ کو ایک بار کسی نے بتایا کہ فلاں جگہ محفل میں ایک صاحبہ مائیک پر بیان فرما رہی تھیں، بعض مردوں کے کان میں جب اس نسوانی آواز نے رس گھولا تو ان میں سے ایک بے حیا بولا، آہا کتنی پیاری آواز ہے! جب آواز اتنی پر کشش ہے تو خود کیسی ہوگی!!! ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

اسلامی بہنیں مائیک استعمال نہ کریں: یاد رہے! کہ دعوت اسلامی کی طرف سے ہونے والے سنتوں بھرے اجتماعات اور اجتماع ذکر و نعت میں اسلامی بہنوں کے لئے لاؤڈ اسپیکر کے استعمال پر پابندی ہے لہذا اسلامی بہنیں ذہن بنالیں کہ کچھ بھی ہو جائے نہ لاؤڈ اسپیکر پر بیان کرنا ہے اور نہ ہی اس میں نعت شریف پڑھنی ہے یاد رکھئے! غیر مردوں تک آواز پہنچتی ہو اس کے باوجود بے باکی کے ساتھ بیان فرمانے اور نعتیں سنانے والی گنہگار اور ثواب کی بجائے عذاب نار کی حقدار ہے میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کی گئی چند عورتیں ایک ساتھ مل کر گھر میں میلاد

شریف پڑھتی ہیں اور آواز باہر تک سنائی دیتی ہے، یونہی محرم کے مہینے میں کتاب شہادت وغیرہ بھی ایک ساتھ آواز ملا کر پڑھتی ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟
میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا: ناجائز ہے کہ عورت کی آواز بھی عورت (یعنی چھپانے کی چیز) ہے اور عورت کی خوش الحانی کہ اجنبی سنے محل فتنہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۰)

میرے آقا اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ ایک اور سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں عورت کا (نعتیں وغیرہ) خوش الحانی سے ایسا پڑھنا کہ نامحرموں کو اس کے نغمے (یعنی راگ وترنم) کی آواز جائے حرام ہے۔ نوازل فقیہ ابواللیث سمرقندی میں ہے، عورت کا خوش آواز کر کے کچھ پڑھنا ,,عورۃ،، یعنی محل ستر (چھپانے کی چیز) ہے۔ ,,کافی امام ابوالبرکات نسفی،، میں ہے عورت بلند آواز سے تلبیہ (یعنی لبیك اللھم لبیك) نہ پڑھے اس لئے کہ اس کی آواز قابل ستر (چھپانے کی چیز) ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: عورتوں کو اپنی آواز بلند کرنا انہیں لمبا کرنا ان میں نرم لہجہ اختیار کرنا اور ان میں تقطیع کرنا اشعار کی طرح آواز نکالنا، ہم ان سب کاموں کی عورتوں کو اجازت نہیں دیتے اس لئے کہ ان سب باتوں میں مردوں کا ان کی طرف مائل ہونا پایا جائے گا اسی وجہ سے عورت کو اجازت نہیں کہ وہ اذان دے۔ (ردالمحتار ج ۲ ص ۹۷، فتاویٰ رضویہ ج ۲۲ ص ۲۴۲، پردے کے بارے میں سوال جواب ص 256-254)

شیطانی چیلنج کا جواب: وہابی ایک ورقہ پر چیلنج لکھ کر اس کو بڑے زور شور سے تقسیم کر رہے ہیں چیلنج کے لئے مد مقابل ہونا ضروری ہے سنی چیلنج قبول کرتے ہیں وہابی سامنے آ کر بات کریں تو پتہ چلے شرائط مناظرہ طے کی جائیں لیکن عجیب بات ہے مناظر کا پتہ ہی نہیں کہاں ہے اس ورقہ پر کسی کا نام ہی نہیں یا میسج کے ذریعہ چیلنج دیا جا رہا ہے ہم ہوا سے مناظرہ کریں یہ سوائے شر پسندی کے کچھ بھی نہیں یہ شیطانی کام ہے وہ بھی ان کی طرح چھپ کر بزدلانہ حملہ کرتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ﴿تم فرماؤ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ☆ سب لوگوں کا بادشاہ ☆ سب لوگوں کا خدا ☆ اس کے شر سے جو دل میں بُرے خطرے ڈالے اور دبک رہے﴾ سورۃ الناس

وہابیوں سے سوال ہے کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ ہم ہر بات قرآن وحدیث سے مانتے ہیں تو بخاری ومسلم صحاح ستہ سمیت کسی بھی حدیث کی کتاب سے ثابت کرو کہ شیطان نے نبی کریم ﷺ کی وفات پر جشن منایا ورنہ اس جھوٹ پر توبہ کرو۔

ہم آپ کی کتاب سے بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے میلاد پر شیطان رویا ضرور تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل شیخ نجدی لکھتے ہیں۔ ابراہیم بن محمد بن مفلح نے کہا تفسیر میں منقول ہے۔ ابلیس نے چار مرتبہ آہ وبکا کی (۱) جب اس پر لعنت کی گئی (۲) جب اسے زمین پر اتارا گیا (۳) جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی (۴) جب نبی کریم ﷺ کا میلاد ہوا (قرۃ عیون الموحدین مترجم عطاء اللہ ثاقب وہابی ناشر انصار السنہ نواں کوٹ لاہور ص (357)

سوال یہ نہیں کہ کس نے کیا یا نہیں کیا ہمارے نزدیک یہ چیزیں فرض وواجب نہیں مستحب ہیں کر لو تو ثواب نہ کرو تو گنہگار نہیں سوال یہ ہے کہ کسی صحیح حدیث سے ثابت کرو کہ کس نبی یا صحابی نے ان مستحبات کو حرام ناجائز اور کفر وشرک کہا ہو۔

کوئی بھی کام جس کا شریعت نے حکم دیا ہو اور نہ اس سے روکا ہو بلکہ سکوت اختیار کیا ہو قرآن وحدیث میں اس کا کیا حکم ہے کیا وہ ناجائز وحرام یا کفر وشرک ہے۔ تم نعرہ رسالت یا رسول اللہ ﷺ لگانے کو شرک کہتے ہو کس صحابی نے اس کو شرک کہا بخاری ومسلم سمیت تمام کتب احادیث

سے ایک حدیث پیش کردو۔تم کہتے ہو اللہ کے علاوہ کسی اور کا نعرہ لگانا شرک اور حرام ہے (صحیفہ اہل حدیث کراچی ۱۵ محرم 1374ھ) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے اور مسلم شریف کتاب الہجرہ میں ہے کہ صحابہ نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا صحابہ کو مشرک کہہ کر تم مشرک ہوئے یا نہیں؟

تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ جو کوئی انبیاء و اولیاء کو اپنا سفارشی جانے سو وہ اور ابو جہل شرک میں برابر ہیں (تقویۃ الایمان ص ۸) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے۔

تم کہتے ہو ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۴) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے

تم کہتے ہو اس اللہ کی شان یہ ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور محمد کے برابر پیدا کر ڈالے۔ (تقویۃ الایمان ص ۳)

بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے

تم کہتے ہو جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص ۴۲) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

تم کہتے ہو رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۵) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے

تم کہتے ہو سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۳) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے

تم کہتے ہو نبی مر کر مٹی میں مل گئے ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص ۵۷) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے

تم کہتے ہو اللہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے۔ (یک روزہ فارسی ص ۱۷) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

تم کہتے ہو اللہ فریب کرنے والا ہے (معاذ اللہ) (سورہ نساء آیت نمبر ۱۴۲ پارہ نمبر ۵ ترجمہ شاہ رفیع الدین) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

تم کہتے ہو اللہ بہتر مکر کرنے والا ہے (معاذ اللہ) (سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۴ پارہ نمبر ۳ ترجمہ شاہ رفیع الدین) بتاؤ یہ کس صحابی کا عقیدہ تھا یا یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟

شرم سے ڈوب مرو اللہ اور رسول اللہ کے گستاخو۔

اہل تشیع کے چند سوالوں کے جواب

﴿ از قلم: ابوأسامہ ظفر القادری بکھروی ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال نمبر۱۔ پانچ نمازوں کا وقت قرآن وحدیث سے واضح کریں اور ہر نماز کے وقت کا علیحدہ حوالہ دیں؟

الجواب۔ پانچ وقت کی فرض نماز اور اس کے اوقات:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے! ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ط ۔ بے شک نماز مومنین (ایمان والوں) پر فرض ہے جس کا وقت مقرر ہے''۔ (النساء۱۰۳/۴)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے۔ نمازیں پانچ ہیں تو وقت بھی پانچ ہوئے۔

۲)''حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ط۔ نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز کی''۔ (سورۃ البقرۃ۲۳۸/۲)

''وُسْطٰی'' سے مراد درمیانی نماز ہے اور درمیانی نماز عصر ہے۔ تو قرآن سے عصر کی نماز کا ثبوت ہوا۔

۳)''مِنْ قَبْلِ صَلٰوۃِ الْفَجْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوۃِ الْعِشَاءِ۔ نماز صبح سے پہلے اور نماز عشاء کے بعد''۔ (النور۵۸/۲۴)

اس آیت کریمہ میں نماز فجر اور نماز عشاء کا بیان ہوا۔ اور اہل تشیع نماز عصر اور نماز عشاء کے الگ الگ ہونے کے منکر ہیں۔

۴)''وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔ اور دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے''۔ (ھود۱۱۴/۱۱)

اس میں بھی اکثر نمازوں کا تذکرہ ہے۔

۵)''اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط ۔ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور صبح کی نماز بھی''۔ (اسراء۷۸/۱۷)

معترض نے بھی ''غَسَقِ'' کو رات مانا ہے۔ لہٰذا رات کی نماز عشاء کی نماز ہے نہ کہ مغرب۔

اب اوقات نماز کے لیے احادیث نبوی ﷺ ملاحظہ فرمائیے:

حدیث کی مستند کتاب (سنن ترمذی ۲۱/۱، ابوداؤد ۶۲/۱ باب فی المواقیت)

۱) ''عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ اتانی جبریل عند البیت مرتین فصلی بی الظھر حین زالت الشمس و کانت قدر الشراک و صلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثلہ و صلی بی المغرب حین افطر الصائم و صلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام و الشراب علی الصائم فلما کان الغد صلی بی الظھر حین کان ظلہ مثلہ و صلی بی العصر حین کان ظلہ مثلیہ و صلی بی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء الی ثلث اللیل و صلی بی الفجر فاسفر ثم التفت الی فقال یا محمد ھذا وقت الانبیاء من قبلک و الوقت مابین ھذین الوقتین ''۔ (مشکوۃ شریف ص۵۹ فصل دوم باب فی المواقیت رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس بیت اللہ میں جبریل علیہ السلام دو مرتبہ آئے۔ پہلی مرتبہ نماز ظہر سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی پڑھائی اس وقت سایہ تسمہ کی مقدار تھا۔ نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جاتا۔ اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے۔ اور عشاء شفق کے غروب ہونے کے بعد پڑھائی۔ اور صبح اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ پھر دوسرے دن جبریل امین دوبارہ تشریف لائے اور ظہر کی نماز ایک مثل سایہ ہونے پر پڑھائی۔ عصر کی نماز دو مثل ہونے اور مغرب روزہ دار کے افطار کرنے کے وقت پڑھائی۔ اور عشاء رات کے تہائی وقت گزرنے پر پڑھائی۔ اور صبح خوب روشن کر کے پڑھائی۔ پھر میری التفا فرمایا۔ اور اے محمد ﷺ یہ آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے اوقات ہیں۔ اور ان اوقات کے درمیان درمیان ہر نماز کا وقت ہے۔

نوٹ) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی روایات منقول ہیں۔ دیکھئے: وسائل الشیعہ ۳/۱۱۵ مطبوعہ تہران)

۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

"قال رسول اللہ ﷺ وقت صلوۃ العصر مالکم تصفر و یسقط قرنھا الاول"۔ (صحیح مسلم ۱/۲۲۳ باب اوقات الصلوۃ الخمس)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج زرد نہ پڑ جائے۔ اور اس کا پہلا کنارہ غروب ہونے لگے۔

۳) حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

"قال قدمنا علی رسول اللہ ﷺ المدینة فکان فکان یوخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیة"۔ (ابوداؤد ۱/۶۵ باب فی الصلوۃ العصر)

حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نماز عصر تاخیر سے ادا فرماتے تھے۔ جب تک سورج صاف سفید رہتا۔

۴) حضرت عُمارہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

"قال سمعت رسول اللہ ﷺ لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا یعنی الفجر و العصر"۔ (صحیح مسلم ۱/۲۲۸، نسائی ۱/۸۲ باب فضل صلوۃ العصر)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے طلوع شمس و غروب شمس سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پابندی سے ادا کی وہ ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

نوٹ۔ پانچوں نمازوں کے الگ الگ اوقات کیلئے اہل تشیع کی درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیے۔

۱) وسائل الشیعہ ۳/۱۰۸ کتاب الصلوۃ (۲) تہذیب الاحکام ۲/۲۵۱ تذکرۃ فی المواقیت

۳) فروع کافی ۳/۲۷۵ کتاب الصلوۃ (۴) فقہ امام جعفر صادق ۱/۱۳۵ حدود الاوقات

۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے: "ثم امرہ بالعشاء حین وقع الشفق"۔ (صحیح مسلم ۱/۲۲۳)

ترجمہ: پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عشاء کا حکم دیا جب کہ شفق غروب ہوئی۔

۶) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے۔

"و یصلی العشاء حین یسود الشفق"۔ (سنن ابوداؤد ۱/۶۳ باب فی المواقیت)

ترجمہ۔اور حضورﷺ نمازِ عشاء اس وقت ادا فرماتے جب اُفق (آسمان کا کنارہ) سیاہ ہو جاتا۔

نمازِ وسطیٰ عصر کی ہی نماز ہے۔

۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب میں شدتِ جنگ کی وجہ ایک روز حضورﷺ کی نمازِ عصر فوت ہوگئی آپﷺ نے غروب شمس کے بعد اسکی قضاء پڑھی اور کفار کے خلاف ان الفاظ میں سخت دعا فرمائی: ''شغلونا عن الصلوٰة الوسطیٰ صلوٰة العصر ملاء الله بیوتهم و قبور هم نارًا ''۔ترجمہ۔ کہ ان لوگوں (مشرکوں) نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ العصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔

سوال نمبر۲۔نمازوں کو دو دو کر کے اکٹھی پڑھنا نبیﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ سُنّیوں کی کتاب صحیح مسلم۲/۱۰۰۹ مطبوعہ مصر اور کراچی سے اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان خان جلد نمبر۲ص۶۲۱ میں ہے کہ! ''نبی ﷺ جمع الصلوٰة ظهر والعصر ،مغرب والعشاء بغير حوف،بغير سفر،بغير مطر ''۔ظہر وعصر،مغرب وعشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔بغیر کسی خوف کے بغیر کسی سفر کے اور بغیر بارش کے۔

الجواب:اس روایت میں جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی لہٰذا یہ ہمارے خلاف نہیں اور اہلِ تشیع کے حق میں نہیں۔اس سے اگلی روایت میں جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ہے بیان کرتے ہیں: ''قال صليت مع النبی ﷺ ثمانيا جميعًا و سبعًا جميعًا قال قلت يا ابا الشعثآءِ اظنه اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب و عجل العشاء قال وانا اظن ذلک ''۔(صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین برقم ۱۵۳۱)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر وعصر) اور سات رکعتیں (مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھی ہیں۔راوی کہتے ہیں میں نے کہا اے ابو شعثاء میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا تھا۔اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا تھا۔ابو الشعثاء نے کہا میرا بھی یہ ہی خیال ہے۔اسی طرح (نسائی شریف ۱/۶۲) میں بڑی وضاحت کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت موجود ہے۔

جمع صوری وجمع حقیقی کیا ہے؟:

جمع صوری سے مراد یہ ہے کہ بولنے میں جمع ہو مگر اپنے اپنے وقت میں نماز ادا کی جائے۔یعنی اس طرح کہ دیکھنے میں دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں اور حقیقت میں اپنے اپنے وقت مثلاً۔ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھیں اور عصر اوّل وقت میں تو دونوں بظاہر اکٹھی نمازیں ہونگی مگر اپنے اپنے وقت میں اور یہی نبی کریمﷺ کیا کرتے۔

جمع حقیقی یہ ہے کہ ظہر کے وقت میں عصر کو بھی ادا کر لیا جائے جیسا کہ شیعہ حضرات کرتے ہیں۔اور یہ جائز نہیں۔

۱) حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

''ان رسول الله ﷺ قال انما التفريط على من لم يصل حتیٰ يجرء وقت الصلوة الاخرىٰ''۔(صحیح مسلم ۱/۲۳۹ باب قضاء الصلوۃ)

ترجمہ:رسول اکرمﷺ کا ارشاد ہے محض اس شخص کی کوتاہی ہے جو ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کر دے۔

۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''عن النبی ﷺ قال من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتیٰ بابًا من ابواب الكبائر ''۔(جامع ترمذی ۱/۲۶ باب ما جاء فی الجمع بین الصلوتین)

ترجمہ:نبی کریمﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا۔

۳) اسی طرح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"الجمع بين الصلوتين من غير عذر من الكبائر "۔(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۴۵۹)

ترجمہ: بلا عذر دو نمازوں کو ایک وقت میں پڑھنا گناہ کبیرہ سے ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مغرب کی نماز افضلیت حاصل کرنے کیلیے مؤخر کر کے پڑھی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے۔ وقال الصادق علیه السلام ملعون ملعون من اخر المغرب طلباً لفضلها۔(وسائل الشیعہ ۳/۱۳۷ ابواب المواقیت مطبوعہ ایران)

۴)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

"عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال ما رایت رسول الله ﷺ صلی صلوة الا لمیقاتها الاصلوتین صلوة المغرب والعشآءِ بجمع"۔(بخاری ۱/۲۲۸،مسلم ۱/۴۱۷،مشکوۃ ۲۳۰ کتاب الحج)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ مگر مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں (حج کے موقع پر) اکٹھے پڑھا۔

(حج کے موقع پر اکٹھی نمازیں پڑھنا نص صریح سے ثابت ہے۔ اس پر قیاس کر کے عام نمازیں پڑھنا درست نہیں۔

سوال نمبر ۳۔ کیا تراویح پڑھنا واجب ہے۔ یا سنت، اگر واجب ہے تو قرآن پڑھیئے اگر سنت ہے تو حدیث پڑھیئے؟۔

ا)رسول اللہ ﷺ کی ایک تراویح بھی اپنی صحاح ستہ سے ثابت کر دیں تو ہم مذہب چھوڑ دیں گے؟

ب)حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں دو رمضان آئے۔ صحاح ستہ کی کتابوں سے ایک رات کی تراویح پڑھنا ثابت کریں۔

ج)یہ حضرت عمر نے شروع کی اور یہ بدعت ہے اور بدعت کو شروع کرنے والا ظالم شخص ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے!من احدث حدثا فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین۔

الجواب: نماز تراویح کو بدعت قرار دینا اور وہ بھی "بدعت سیئہ" اگر اہل تشیع کے اس خیال کو مان لیا جائے تو سب سے پہلے اس برائی کو مٹانا ان حضرات کا فرض تھا جو اس بدعت کی ترویج کے وقت موجود تھے کیونکہ جب نماز تراویح کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے با جماعت ادا کرنے کا حکم دیا تو اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ جنھوں نے زندگی بھر حق کا ساتھ نہ چھوڑا اور نہ کبھی حق کو چھپایا ان کی اپنی ذات ہی تھی جنہوں نے اپنے دونوں جگر گوشوں کو آخری وصیت فرمائی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا رہنا۔ اگر تم نے یہ طریقہ چھوڑ دیا تو تم پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گے۔ اور بقول شیعہ کے تراویح بدعت تھی تو اسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کیوں نہ روکا؟۔

مولا علی رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے اس کام پر دعا دے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اہل تشیع کی مستند کتاب شرح نہج البلاغہ:

"وقد روی الرواة ان علیا علیه السلام خرج لیلاً فی شهر رمضان فی خلافة عثمان بن عفان فرای المصابیح فی المساجد والمسلمون یصلون التراویح فقال نور الله قبر عمر کما نور مساجدنا"۔(شرح نہج البلاغہ ابن حدید ۳/۹۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: بہت سے راویوں نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے دیکھا کہ مسجدوں میں چراغ جل رہے ہیں اور مسلمان با جماعت نماز تراویح میں مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر آپ نے دعا فرمائی! اے اللہ عمر بن خطاب کی قبر کو منور فرما کیونکہ اُس نے ہماری مسجدوں کو منور کیا۔

اہل بیت کا بیان:

"عن سعدة بن صدقة عن ابی عبد الله عليه السلام قال مما كان يصنع فی شهر رمضان كان يتنفل فی كل ليلة و يزيد علی صلوته التی كان يصلی قبل خدلك منذ اوّل ليلة عشرين فی كل ليلة عشرين ركعة"۔(۱)الاستبصار۱/۴۶۲فی الزیادۃ فی شہر رمضان (۲)من لایحضرہ الفقیہ ۲/۸۸،۸۹مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر رات نوافل زیادہ پڑھتے تھے اور اس سے پہلے پڑھی گئی نفلوں کی تعداد میں اور زیادتی کرتے تھے رمضان شریف کی پہلی رات سے بیسویں رات تک ہر روز ۲۰ رکعت تراویح زیادہ ادا فرماتے تھے۔

۲)"عن ابی بصير قال دخلنا علی ابی عبده عليه السلام فقال له ابو بصير ما تقول فی الصلوٰة فی شهر رمضان...فقال فی عشرين ليلة تصلی فی كل ليلة عشرين ركعة"۔(فروع کافی ۴/۱۵۴باب مایزاد من الصلوٰۃ فی شہر رمضان)

ترجمہ:ابو بصیر کہتا ہے کہ ہم چند آدمی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو میں (ابو بصیر) نے امام سے پوچھا رمضان المبارک میں نماز کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟۔۔۔۔فرمایا پہلی بیس راتوں میں ہر رات کو بیس رکعت ادا کیا کرو۔

اسی طرح ائمہ کرام اور رسول اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کرنا مذکور ہے۔ملاحظہ فرمایئے:(۱)فروع کافی ۳/۳۹۹(۲)استبصار۱/۲۳۱(۳)من لایحضرہ الفقیہ ۲/۸۸)

حضور ﷺ سے تراویح کا ثبوت صحاح ستہ کی کتاب سے:

۱) "حضور ﷺ ایک بار رات کو (رمضان میں) نکلے اور مسجد میں (تراویح) کی نماز پڑھی اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے پڑھی۔جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کا چرچا کیا۔دوسری رات کو اس سے زیادہ لوگ جمع ہوئے۔اور آپکے ساتھ نماز پڑھی۔صبح کو لوگوں نے چرچا کیا۔تیسری شب کو بہت لوگ جمع ہوئے۔آپ ﷺ برآمد ہوئے اور نماز پڑھی۔لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔جب چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں ان کا سمانا مشکل ہوگیا۔آپ نہیں نکلے۔صبح کو نماز کیلیے نکلے اور نماز کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے۔پہلے تشہد پڑھا پھر فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں جمع ہو لیکن میں ڈرا کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے اور تم سے نہ ہوسکے پھر آپکی وفات ہوگئی اور یہی کیفیت قائم رہی۔(صحیح بخاری جلد اول ص نمبر ۸۰۸ مترجم وحید الزمان،کتاب الصوم،باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت حدیث نمبر ۱۸۸۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۲) "حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص رمضان کی راتوں میں (تراویح) ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے کھڑا رہے اسکے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ابن شہاب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی اور لوگوں کا یہی حال رہا اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے۔ابوبکر صدیق کی خلافت میں بھی ایسا ہی رہا اور عمر رضی اللہ عنہ کی شروع خلافت میں ایسا ہی رہا۔(صحیح بخاری ۱/۸۰۷ کتاب الصوم،باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت مترجم وحید الزمان حدیث نمبر ۱۸۸۵ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۳) "رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے اس قیام (تراویح) کو سنت مقرر فرمایا۔(سنن نسائی ۱/۲۳۹،سنن ابن ماجہ صفحہ ۹۵،کنز العمال ۳/۲۹۶)

لہذا یہ ہمارے لیے سنت ہے۔علاوہ ازیں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔کہ بے شک رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے۔(۱)مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵(۲)آثار السنن ۲/۵۶(۳)مجمع الزوائد ۳/۱۷۴(۴)المعجم الکبیر للطبرانی ۱۱/۳۹۳(۵)سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۴۹۶(۶)کشف الغمہ ۲/۱۱۶(۷)الوفا صفحہ نمبر ۵۲۰(۸)حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۱۴۱(۹)مسند عبد بن حمید صفحہ ۲۱۸)

ان حوالہ جات سے تراویح کے متعلق سوال وجواب کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا۔اب اگر اپنے قول کا پاس ہے تو مذہب اہل سنت کو قبول کر واور

شیعہ عقیدہ سے توبہ کرو۔
سوال نمبر۴۔ رمضان المبارک میں وتر کی نماز باجماعت کیوں پڑھتے ہیں اور غیر رمضان میں جماعت سے کیوں نہیں پڑھتے اسکا جواب قرآن و حدیث سے دیں۔
الجواب: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!
''عن عرباض بن سارية ...فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها باالنواجذ ''۔(۱) سنن ابن ماجہ ص۵ (۲) جامع ترمذی ۲/۹۲ (۳) سنن ابوداؤد ص۶۹۹ (۴) مسند احمد ۴/۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵ (۵) سنن دارمی ۱/۵۷ برقم ۹۵ (۶) مستدرک حاکم ۱/۹۶ (۷) سنن الکبریٰ بیہقی ۱۰/۱۱۴ (۸) شعب الایمان ۶/۶۷ (۹) صحیح ابن حبان ۱/۱۷۸ (۱۰) مسند الشامین ۱/۲۵۴ برقم ۴۳۷ (۱۱) معجم الکبیر ۱۸/۲۴۵)
ترجمہ: پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاء راشدین المھدیین کی سنت کو پکڑ لینا۔ اوران کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا۔
اسی طرح شیعہ کتب میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!
'' کہ میرے صحابہ کرام روشن ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔(۱) بحار الانوار ۲۲/۳۰۷ (۲) عیون الاخبار ۲/۵۷ (۳) انوار نعمانیہ ۱/۱۰۰ (۴) معانی الاخبار ص۱۵۶)
''عن علی رضی الله عنه قال دعا القراء في رمضان فامر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال و كان علی يوتربهم ''۔ (سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۴۹۶)
ترجمہ: چونکہ دیگر صحابہ اور خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ غیر رمضان میں وتر جماعت سے نہیں پڑھتے تھے تو ہم بھی نہیں پڑھتے۔ اور رمضان میں پڑھتے تھے تو ہم باجماعت پڑھتے ہیں۔
سوال نمبر۵۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے گھر آگ لگائی اور ان پر دروازہ گرایا جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کا حمل گرگیا (نعوذ باللہ من ذالک) بعدازاں اسی وجہ سے وہ وفات پاگئیں۔ اسکا جواب دیجیے۔
الجواب: یہ مرادرسول ﷺ پر بہت بڑا بہتان ہے۔ اگر کسی شیعہ عالم میں علمی جرأت ہے تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کے مکان کا دروازہ ہی ثابت کر کے دکھائیں۔ باقی معاملہ تو بعد کا ہے۔ اگر بالفرض (حاشااللہ ہزار بار حاشااللہ) بقول آپ کے مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یہ معاملہ خاموشی سے دیکھتے رہے اور کچھ بھی نہ کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر بن گئے۔ جواب آپ کے ذمہ ہے۔
سوال نمبر۶۔ ذوالجناح کی حقیقت واضح کریں یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا تھا؟۔
الجواب: کربلا کے اندر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا نہ تھا۔ بلکہ اونٹنی تھی۔ ملاحظہ فرمایئے۔ ''شیعہ کتاب ذبح عظیم ص۱۶۵ کتب خانہ اثنا عشری لاہور''
اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا!
''فقال عليه السلام هذه كربلا موضع كربِ و بلاءِ هذا مناخ ركابنا وَمُحَطُّ رحالنا ومقتل رجالنا ''۔ دیکھئے: شیعہ کتب (کشف الغمہ ۲/۴۷ مطبوعہ تبریز (۲) مناقب ابن شہر آشوب ۴/۹۷ مطبوعہ قم)
ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی کربلا ہے یہی تکلیف و امتحان کا مقام ہے۔ ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہمارے کجاوے اتارنے کا مقام اور ہمارے نوجوانوں کی شہادت گاہ ہے۔

اسی طرح الفاظ کے فرق کے ساتھ (۱) الاخبار الطوال صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ بیروت میں ہے۔

سوال نمبر ۷۔ پارہ نمبر ۶ کی پہلی آیت ہے: **لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم و کان الله سمیعًا علیمًا** O معلوم ہوا ماتم کرنا جائز ہے۔

الجواب: سبحان اللہ کیا استدلال ہے۔ ہم اس آیت کی تفسیر میں علماء و مفسرین شیعہ کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

''اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی کے لیے بددعا کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے۔ تو مظلوم ظالم کیلیے اگر بددعا کرے تو یہ مکروہ نہیں یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (۱) تفسیر مجمع البیان ۲/۱۳۱، پارہ ششم مطبوعہ تہران (۲) تفسیر صافی ۱/۴۰۸ مطبوعہ تہران (۳) منہج الصادقین ۳/۴۴ پارہ نمبر ۶ مطبوعہ تہران)

لہذا اس سے ماتم ثابت کرنا پرلے درجے کی بیوقوفی ہے

سوال نمبر ۸۔ ہم اہل تشیع کہتے ہیں ماتم جائز ہے اور تم حنفی کہتے ہو یہ تم (شیعہ) کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا ہے۔ اس بات کی کیا دلیل ہے؟۔

الجواب: چونکہ اہل تشیع گروہ بے شمار جرائم میں مبتلا ہے مثلاً امام مسلم بن عقیل کو شہید کیا، اہل بیت کو سہید کیا، لہذا اجتناً مرضی روئیں، ماتم کریں، ہر سال کریں اور قیامت تک کرتے رہیں گے کیونکہ جب امام مظلوم کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کوفہ پہنچیں تو کوفیوں کو ماتم کرتے دیکھا تو فرمایا!

''**یقتلنا رجالکم و تبلینا نساء کم لقد تعدّیتم علینا عدوانًا و ظلمًا عظیمًا**''۔ (۱) احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۵ طبع قدیم (۲) مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ نجف (شیعہ کتب)

ترجمہ: تمہارے ہی مردوں نے ہمارے ساتھوں کو شہید کیا۔ اور اب تمہاری عورتیں ہم پر رو رہی ہیں۔ یقیناً تم لوگوں نے ہم پر بہت بڑا ظلم کیا اور بہت بڑی زیادتی کی۔

دوسرے مقام پر یہ الفاظ مذکور ہیں:

''**و الله فابکوا فانکم احری بالبکاء فابکوا کثیرا و ضحکوا قلیلا**''۔ ترجمہ: خدا کی قسم خوب روؤ تمہارے لائق بھی رونا ہی ہے لہذا بکثرت روؤ اور بہت کم ہنسو۔

لہذا ہم احناف کی بات دلیل کے ساتھ ہے اور اہل تشیع کا ماتم ناجائز ہے۔

سوال نمبر ۹۔ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے عشق میں اپنے دانت شہید کیے۔ تو ہم اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے عشق میں ماتم کریں تو کیوں جائز نہیں؟۔

الجواب: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق دانت توڑنے والی جو روایت ہے وہ منکر اور غیر مقبول ہے اگر کوئی شیعہ سند صحیح غیر مجروح روایت پیش کرے تو بہت مہربانی ہوگی۔ لہذا اس تک بندی سے کام نہیں چلے گا۔ بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے تو شیعوں کو بھی چاہیے کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت میں اپنے سر کو تن سے جدا کر دے کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اُن کے تن سے جدا ہوا تھا۔ تو پھر معلوم ہوگا کہ یہ عاشق امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

سوال نمبر ۱۰۔ آپکے نزدیک یا علی کہنا جائز ہے۔ نعرہ رسالت، نعرہ حیدری، نعرہ غوثیہ کے متعلق وضاحت فرمائیں؟۔

الجواب: یا علی کہنا جائز ہے۔ سلف صالحین سے یہ ثابت ہے۔ مگر شیعہ حضرات کے عقیدہ اور ہمارے عقیدہ میں بہت فرق ہے۔ نعرہ رسالت کا آغاز تو حضور ﷺ کے سامنے ہی ہو گیا تھا۔ جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ شریف داخل ہوئے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نعرہ لگایا ''یا محمد یا رسول اللہ''۔ دیکھئے: (صحیح مسلم ۲/۴۱۹ باب فی حدیث الھجرہ) اور اسی طرح جنگوں میں صحابہ کرام نعرہ لگاتے یا محمداہ یا محمداہ۔ دیکھئے: (البدایہ والنھایہ اور

فتوح الشام میں)۔
نعرہ حیدری اس لیے شروع کیا گیا کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے۔ ان کی پہچان کیلیے نعرہ حیدری لگایا گیا۔ تاکہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا ہو گا وہ پہچان لیا جائے۔ اسی طرح نعرہ غوثیہ اس لیے لگایا گیا تاکہ جو علی علی کہتا ہے وہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے لاڈلے حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے محبت رکھتا ہے۔ یا بغض اور اس کا نتیجہ آپکے سامنے ہے۔
سوال نمبر ۱۱۔ نادعلی کے متعلق وضاحت کریں؟۔
الجواب: نادعلی کو پڑھنا اہل سنت کے سلف صالحین کا معمول رہا ہے۔ لہذا جائز ہے۔ مگر اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ۔
سوال نمبر ۱۲۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس کا میں مولا اس کا علی مولا ہے۔ اس کے متعلق وضاحت کریں؟۔
الجواب: یہ روایت یوں ہے: ''من کنت مولاہ فھذا مولا '' اور اس طرح بھی ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''۔ یہ حدیث صحیح ہے اور بہت سے صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے جس میں امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اور امام نسائی نے سنن نسائی میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے خطبے میں فرمائی۔ اس کے علاوہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ پر سختی فرمائی تو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کی تو ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا! ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''۔ یعنی جس کا میں دوست ہوں، مددگار ہوں، محبوب ہوں اسکا علی دوست ہے مددگار ہے محبوب ہے۔ کسی لغت میں مولا کا معنی خلیفہ نہیں۔ دیکھئے: الصواعق المحرقہ صفحہ نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۱)
سوال نمبر ۱۳۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ روزہ عشاء کی نماز یا مغرب کے وقت کی نماز کے بعد افطار کرتے دیکھئے: موطا امام تو پھر آپ اہل سنت انکی پیروی کیوں نہیں کرتے؟۔
الجواب: یہ بات درست نہیں بلکہ موطا امام مالک صفحہ نمبر ۲۲۳ میں یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نماز مغرب اس وقت پڑھتے جب رات کی سیاہی نظر آنے لگتی۔ یعنی افطار سے پہلے۔ پھر رمضان میں نماز کے بعد روزہ افطار کرتے۔
یہ روایت شاذ ہے کیونکہ ثقہ راویوں سے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات موجود ہیں۔ لہذا یہ روایت متروک ہو گی قابل عمل نہیں۔ اسی موطا امام مالک صفحہ ۲۲۲ مترجم میں ہے:
''عن سھل بن سعد الساعدی ان رسول اللہ ﷺ قال لا یزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر ''۔ ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگ ہمیشہ اچھے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔
اسی کے ہم معنی روایت موجود ہے (۱) ابوداؤد ۲/ ۲۲۷ مترجم (۲) بخاری شریف ۱/ ۷۹۳ مترجم مکتبہ رحمانیہ)
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! ''عن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا قبل اللیل و ادبر النھار و غابت الشمس فقد افطر الصائم ''۔ ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب رات آجائے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔
صحیح مسلم کتاب الصیام باب روزہ پورے ہونے کا وقت:
اسی طرح عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح مسلم اسی حدیث کے بعد ہے۔
اللہ کریم جل جلالہ حق کو قبول کرنے اور اس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!
............☆☆☆☆............

Monthly Mujjalah **AL-HAQIQA** March 2013 Reg.No. C.P.L.169



